عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۷ | ۱۴ تا ۲۰ جمادی الاول ۱۴۳۹ھ مطابق یکم تا ۷ فروری ۲۰۱۸ء | شمارہ: ۵

عقیدۂ ختم نبوت کی متفقہ جدوجہد کی افادیت

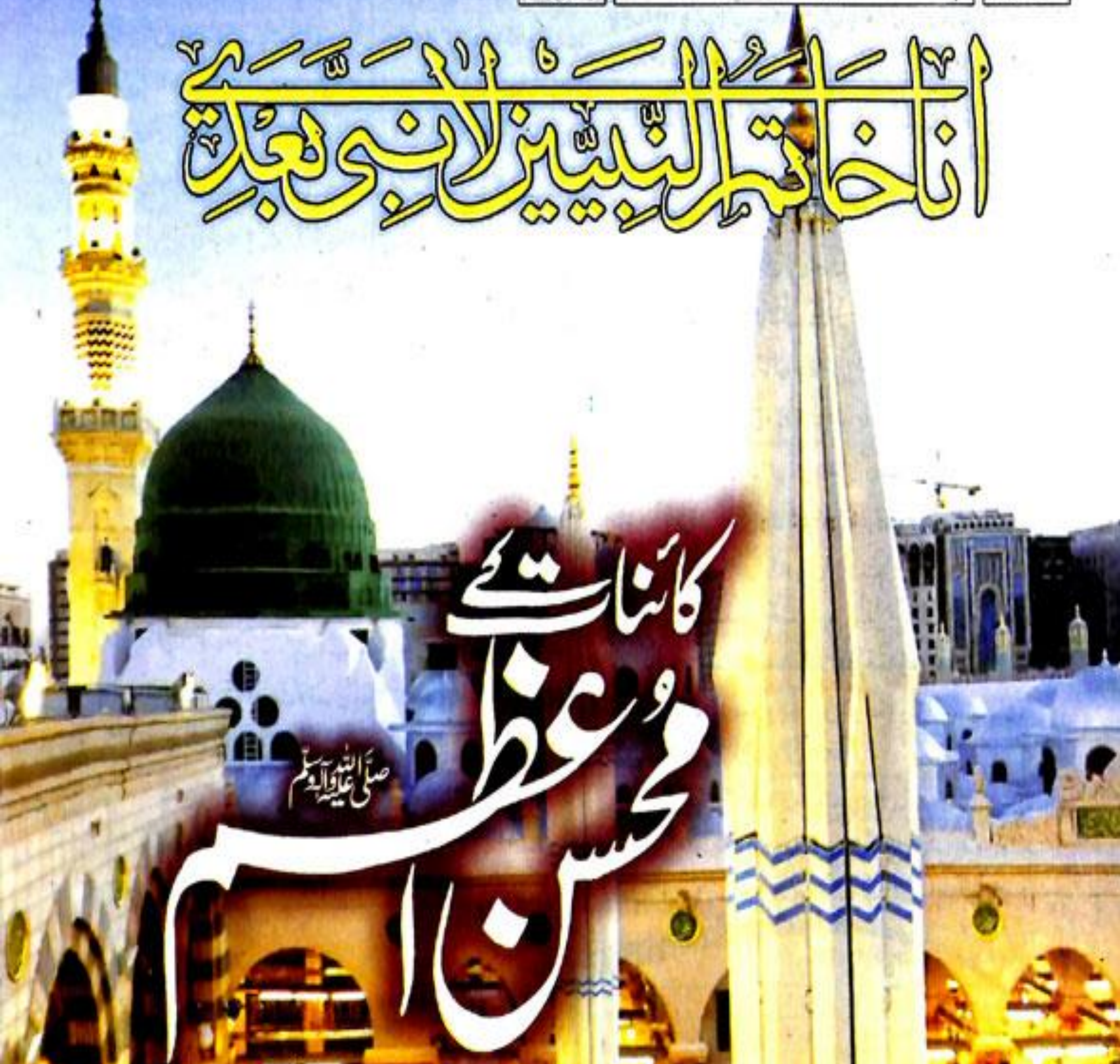

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.om

اپنی زندگی میں جائیداد بچوں میں تقسیم کرنے کا طریقہ

س:...... میرے ۳ بیٹے اور ۸ بیٹیاں تھیں جس میں سے ایک بیٹی کا انتقال ہو چکا ہے، اس کے ۲ لڑکے شادی شدہ ہیں۔ میرا ایک مکان ۵۰۰ گز پر ہے، اس مکان میں، میں اپنے ۳ لڑکوں کے ساتھ رہتا ہوں، ساتھ رہنے سے کچھ مسئلے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ایک کمرشل پلاٹ ۶۶ گز پر بنا ہوا مکان بھی ہے، نیچے دکان ہے جو میں نے ۵۰ سال دکانداری کی ہے۔ میری صحت خراب رہتی ہے، میری عمر ۸۶ سال ہو چکی ہے اور دل کا مریض ہوں۔ اب میرے لڑکے اس میں دکانداری کر رہے ہیں جس سے ہمارے گھر کے اخراجات چل رہے ہیں۔ میری اہلیہ بھی حیات ہیں جو کہ اکثر بیمار رہتی ہیں۔

۱:... اگر میں رہتی زندگی میں سب کچھ فروخت کر کے اسے بچوں میں تقسیم کرنا چاہوں تو اس کا کیا طریقہ ہوگا نیز جو بیٹی انتقال کر چکی ہے، اس کے دو بیٹوں کا کتنا حصہ ہوگا؟

۲:... میرے انتقال کی صورت میں میری وراثت کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ براہِ کرم تفصیل سے جواب مرحمت فرمایا جائے۔

ج:...... بصورت مسئولہ آپ اپنی زندگی میں اپنی جائیداد میں جس طرح کوئی جائز تصرف کرنا چاہیں، آپ کر سکتے ہیں شرعاً آپ کو مکمل اختیار ہے، جس کو جس قدر دینا مناسب سمجھیں آپ دے سکتے ہیں، بشرطیکہ اس میں بعد میں بننے والے (متوقع) وارث کو نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو اور اگر آپ اپنی زندگی میں اولاد وغیرہ میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ سوال میں درج ہے تو آپ یہ بھی کر سکتے ہیں لیکن اس تقسیم کی حیثیت شرعاً ہبہ (گفٹ) کی ہوگی تقسیم وراثت کی نہیں، اور اس میں افضل یہ ہے کہ بیٹوں اور بیٹیوں کو برابر، برابر حصے دیئے جائیں، لیکن اگر کسی وجہ سے بیٹوں کو دو دو حصے اور بیٹیوں کو ایک ایک حصہ دینا چاہیں تو آپ یہ بھی کر سکتے ہیں، البتہ اس طرح کرنا بہتر نہیں۔ افضل اور بہتر، بہر حال مساوات اور برابری ہی ہے۔ لہٰذا بصورت مسئولہ اولاً آپ اپنے لئے جتنا حصہ الگ کرنا چاہیں تو وہ الگ کر لیں تاکہ بعد میں آپ کو پریشانی نہ ہو، اسی طرح امور خیر یعنی مدارس، مساجد وغیرہ میں صدقہ جاریہ کے طور پر کچھ دینا چاہیں تو وہ دیدیں، اس کے بعد مابقیہ کل جائیداد کی مجموعی مالیت کا آٹھواں حصہ نکال کر موجودہ بیوی کو دیں اور بقیہ مال جائیداد کے کُل مساوی دس حصے بنا کر تمام بیٹوں، بیٹیوں کو ایک ایک حصہ دیدیں۔ اسی طرح تقسیم سے پہلے اپنی مرحومہ بیٹی کی اولاد کو بھی اگر کچھ دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ سائل کو اپنی زندگی میں مذکورہ تفصیل کے مطابق تقسیم جائیداد کا شرعاً اجازت واختیار تو ہے مگر اس پر لازم اور ضروری نہیں اور نہ اولاد کے لئے ان پر دباؤ ڈالنا اور تقسیم کروانا جائز ہے بلکہ اگر اولاد میں سے کوئی اس طرح کا مطالبہ کر رہا ہے اور والد کو مجبور کر رہا ہے۔ جیسا کہ سائل سے زبانی طور پر کچھ اس طرح کی باتیں معلوم ہوئی ہیں تو شرعاً اس طرح دباؤ ڈالنا قطعاً جائز نہیں، بلکہ اس طرح کا مطالبہ تو ناجائز اور گناہ ہے۔ کیونکہ اس میں والدین کی ایذا رسانی یقینی ہے، والدین کو ستانا، ان کو تکلیف یا ذہنی اذیت میں مبتلا کرنا بہت بڑا جرم اور کبیرہ گناہ ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًاo وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًاo۔“ (بنی اسرائیل:۲۳،۲۴)

ترجمہ: ”اور حکم کر چکا تیرا رب کہ نہ پوجو اس کے سوا، اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو، اگر پہنچ جائے تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک ان میں یا دونوں تو نہ کہہ ان کو ”ہوں“ اور نہ جھڑک ان کو اور کہہ ان سے بات ادب کی۔ (باقی ص: 19 پر)

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۷ ۱۴تا۲۰ر جمادی الاول ۱۴۳۹ھ مطابق یکم تا ۷ر فروری ۲۰۱۸ء شمارہ:۵

اِس شمارے میں!

عقیدہ ختم نبوت کی متفقہ جدوجہد کی افادیت	۵	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
کائنات کے محسن اعظم ﷺ	۷	مولانا محمد علاؤالدین ندوی
حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ	۱۰	حضرت مولانا حکیم محمد اختر
فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری	۱۳	مولانا زاہد الراشدی
انا خاتم النبیین لا نبی بعدی	۱۵	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
دعوتی و تبلیغی اسفار	۱۹	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاری زرین احمد کا وصال	۲۱	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
مولانا شفیق الرحمن کا وصال	۲۲	۔ ۔ ۔ ۔
معتمد و غیر معتمد تفاسیر (۲۵)	۲۳	مولانا فضل محمد یوسف زئی
رفع و نزول عیسیٰ علیہ السلام (۱۲)	۲۵	حافظ عبیداللہ

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بنیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

زکوٰۃ، خیرات وصدقات کے فضائل

حدیث قدسی ۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلنے اور حرکت کرنے لگی، اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا کیا اور ان کو زمین پر رکھا تو زمین ٹھہر گئی، ملائکہ کو پہاڑوں کے ثقل اور ان کی سختی پر تعجب ہوا، فرشتوں نے عرض کیا: الٰہی! ان پہاڑوں سے بھی کوئی چیز زیادہ سخت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہاں، لوہا! ان سے زیادہ سخت ہے، پھر فرشتوں نے عرض کیا: الٰہی! لوہے سے بھی زیادہ کوئی چیز سخت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہاں، آگ! پھر فرشتوں نے عرض کیا: یارب! آگ سے بھی زیادہ کوئی چیز سخت ہے؟ ارشاد ہوا: ہاں، پانی! فرشتوں نے عرض کیا: اے رب! پانی سے بھی زیادہ سخت کوئی چیز ہے؟ ارشاد ہوا: ہوا! پھر فرشتوں نے عرض کیا: اے رب! ہوا سے زیادہ کوئی چیز سخت ہے؟ ارشاد ہوا: ہاں! ہوا سے زیادہ جو چیز سخت ہے، وہ ابن آدم ہے، جو میری راہ میں صدقہ کو اس قدر چھپاتا ہے کہ سیدھے ہاتھ سے جو صدقہ دیتا ہے، اس کی الٹے ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہونے دیتا۔ (ترمذی) یعنی ہوا سے بھی زیادہ اس قسم کا پوشیدہ صدقہ موثر اور مفید ہے یا یہ مطلب ہے کہ اس فعل سے نفس جیسی سرکش چیز مغلوب ہو جاتی ہے۔

حدیث قدسی ۳: حضرت ابو واقد اللیثیؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، ہم نے مال کو اس لئے نازل کیا ہے (یعنی دولت اس غرض سے پیدا کی گئی ہے) کہ لوگ نماز میں اطمینان حاصل کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، اگر ابن آدم کو ایک وادی بھر کر چاندی سونا دے دیا جائے تو وہ دوسرے جنگل اور وادی کی خواہش کرتا ہے اور اگر دو وادیاں دے دی جائیں تو تیسری کی خواہش کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ تیسری وادی بھی مل جائے اور ابن آدم کے پیٹ کو مٹی ہی بھر سکتی ہے پھر اللہ تعالیٰ ہر شخص کی جانب متوجہ ہوتا ہے، جو اس سے توبہ کرے۔ (احمد طبرانی، فی الکبیر)

نماز عید

س:...... کیا شریعت نے عید کے دن عید کی نماز سے پہلے کچھ اعمال کرنے کو بتلائے ہیں؟

ج:...... عید کے دن فجر کی نماز کے بعد سے لے کر عید کی نماز کے وقت تک کسی نفل نماز کو گھروں میں پڑھنے سے بھی منع فرمایا ہے کہ نہ ہی عید کی نماز سے پہلے عیدگاہ میں کوئی نفل پڑھے جائیں اور نہ ہی عید کی نماز کے بعد عیدگاہ میں کوئی نفل نماز پڑھی جائے، البتہ عید کی نماز کے بعد گھروں میں نفل نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ عید کے دن غسل کرنا مسنون ہے، عمدہ سے عمدہ لباس اگر میسر ہو تو پہننا بہتر اور افضل ہے، اگر عمدہ لباس میسر نہ ہو تو دھلا ہوا پاک صاف لباس پہننا چاہئے۔ عید الفطر کے دن نماز عید کے لئے جانے سے پہلے کسی میٹھی چیز کا کھانا بھی مسنون ہے۔ (ترمذی، ج:۱، ص:۲۶۹) فرض وواجب نہیں۔ البتہ عید الاضحیٰ کے دن عید کی نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ نہ کھانا بھی سنت سے ثابت ہے۔ (ترمذی، ج:۱، ص:۲۶۹) نہ کھانا فرض وواجب نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد اپنی قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتدا فرمایا کرتے تھے لہٰذا قربانی کرنے والوں کو بھی اس مسنون عمل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں عمل کرنا بہتر اور افضل ہے (واضح رہے کہ اس سنت کی آڑ میں بعض لوگوں نے یہ من گھڑت بات بھی پھیلادی ہے کہ اتنے وقت کا روزہ رکھے اس کو روزے کا نام دینا نامناسب بات اور شریعت میں اضافہ ہے۔ شریعت میں روزہ مکمل ایک دن سے کم کا ہوتا ہی نہیں ہے، لہٰذا اس کو روزہ سمجھنا غلط ہے) عید کی نماز کے لئے جاتے ہوئے بہتر یہ ہے کہ ایک راستہ اختیار کیا جائے اور پیدل جایا جائے اور عید کی نماز کے بعد واپس آتے ہوئے دوسرا راستہ اختیار کیا جائے۔ عید کی نماز کے لئے جاتے ہوئے راستے میں عید الفطر کے دن آہستہ آواز سے اور عید الاضحیٰ کے دن قدرے بلند آواز سے عیدگاہ تک پہنچنے تک راستے میں اس تکبیر کو پڑھنے کے لئے کہا جاتا ہے، جسے تکبیر تشریق بھی کہتے ہیں اور وہ یہ ہے: "اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد" وغیرہ وغیرہ۔

اداریہ حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

عقیدۂ ختم نبوت کی متفقہ جدوجہد کی افادیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ

جنوری ۱۹۴۹ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا اصولی طور پر قیام ہوا اور اس کے پہلے نگران مجلس احرار اسلام پنجاب کے صدر حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ قرار پائے۔ ۱۹۵۴ء میں اس کا دستور بنا۔ تب دستور میں بنیادی ناقابل تنسیخ اور خلاف ورزی کی شکل میں قابل تعزیر یہ دفعہ تھی کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کا الیکشنی سیاست سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اس دفعہ کی تشکیل میں (مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا عبدالرحمن میانویؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ سمیت) تمام قائدین گرامی کا منشاء یہ تھا کہ:

۱……کوئی شخص یہ الزام نہ لگا سکے کہ ختم نبوت کی جدوجہد کی آڑ میں ان کے سیاسی یا الیکشنی اغراض وابستہ ہیں۔

۲……ختم نبوت کے کاز کو دنیوی مناصب واغراض سے آلودہ نہ ہونے دیا جائے۔

۳……ختم نبوت سے وابستہ رہنما، الیکشن میں امیدوار بنتا ہے تو اس کے مخالف امیدوار اگر دس ہیں تو ان دس امیدواروں اور ان کے ووٹر حضرات کی نظروں میں ختم نبوت کا امیدوار متنازعہ ہوگا اور ختم نبوت کے عقیدہ کے محافظ امیدوار کا یہ طرز عمل دیگر مسلمانوں کو ختم نبوت کے تحفظ کے کاز سے دور کر دے گا اور یہ طرز کسی طرح پسندیدہ شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے مجلس تحفظ ختم نبوت الیکشنی سیاست سے دور رہے گی۔ مجلس سے وابستہ ہر شخص اپنے ووٹ کا جسے مستحق سمجھے اسے ووٹ دے گا اور باقی مسلم امیدواروں میں سے کسی کی مخالفت نہ کرے گا۔ تاکہ ان امیدواروں کے حامی عقیدۂ ختم نبوت کی جدوجہد سے دور یا بدظن نہ ہوں۔

ہمارے ان رہنماؤں کی بالغ نظری اور تحفظ ختم نبوت کاز سے مخلصانہ وابستگی کا یہ اثر ہوا کہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جو تحریک چلی ان میں تمام سیاسی جماعتوں سے وابستہ مسلمانوں نے بھی بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں مسلم لیگ حکمران جماعت کے بعض خوش بخت ممبران پارلیمنٹ وعہدیداران نے بھی حصہ لیا اور بعض گرفتار بھی ہوئے۔ اسی طرح ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں پاکستان پیپلز پارٹی کے بہت سارے صاحب نصیب ممبران وعہدیداران تحریک کے الاؤ کو روشن رکھنے میں برابر کے شریک عمل تھے اور قومی اسمبلی کے تو تمام ممبران نے تحفظ ختم نبوت کے قانون بنوانے میں کردار ادا کیا اور ووٹ بھی دیئے۔

ہمارے اکابر حضرات کی اس مخلصانہ ومومنانہ پالیسی کا یہ فائدہ ہوا کہ تمام مسالک کے اکابر علماء ومشائخ وسجادہ نشین حضرات ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد میں جہاں شریک عمل رہے وہاں تمام سیاسی جماعتوں کے حضرات بھی اس سعادت سے پیچھے نہ رہے۔ مودّت ومحبت کی ایک فضاء رہی۔ اب بھی قائم ہے اور قائم رہے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

چنانچہ تمام تحریک ہائے ختم نبوت میں تمام مسالک دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، شیعہ، تمام مذہبی و سیاسی رہنمایان ایک ساتھ نظر آتے ہیں۔ ۱۹۷۴ء سے قبل اگر کہیں قادیانی امیدوار الیکشن میں سامنے آیا تو مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس کے خلاف الیکشن میں سدِ سکندری قائم کیا۔ البتہ اپنے اصولی فیصلہ کی پابندی کرتے ہوئے پبلک اور ووٹر حضرات سے یہی کہا گیا کہ قادیانی امیدوار کو مسلمان ووٹ نہ دیں۔ باقی جس امیدوار کو چاہیں ووٹ دیں۔ مجلس کی اس معتدل مبنی بر اخلاص پالیسی کا فائدہ یہ ہوا کہ اگر دس امیدوار اس قادیانی کے مقابلہ میں تھے۔ تو وہ دس کے دس امیدوار مجلس کی پالیسی کے مداح بھی رہے اور مانوس بھی۔ گویا ہمارے بزرگوں نے اپنے طرزِ عمل سے ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد میں تمام مسلمانوں کو ایک مشترکہ و متفقہ عقیدہ پر جوڑے رکھا۔

چنانچہ ہمارے حضرات کا یہ اعلان کہ ”عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد سے دنیوی مقاصد حاصل کرنا، اپنا قد و کاٹھ کو بڑھانا، یا سیاسی فوائد حاصل کرنا، ہم اسے حرام سمجھتے ہیں“ ان حضرات کی اس پالیسی نے اس وقت تک عقیدۂ ختم نبوت کی جدوجہد کو متنازعہ نہیں بننے دیا۔ سب کو رحمت عالم ﷺ کے وصف خاص اور خصوصی امتیاز کے تحفظ اور اس کی سربلندی کے لئے ہر میدان میں آگے بڑھایا۔ اسی کا صدقہ ہے کہ اب چاروں طرف سے ختم نبوت کے تحفظ کی بہار نظر آ رہی ہے۔ ماضی قریب میں بعض انتہاء پسند لوگوں نے اس پلیٹ فارم کو متنازعہ بنانے کی سطحی کوشش کی تو فوراً تمام مصلحتوں سے بالاتر ہو کر ان کے طرزِ عمل کے سامنے ایسا بند باندھا کہ فللحمدللہ! وہ سب سطحی غلغلے پانی کے بلبلوں کی طرح بیٹھ گئے۔

ان سطور کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس وقت بعض حضرات کے طرزِ عمل سے بادی النظر میں یہ مترشح ہو رہا ہے کہ ختم نبوت کے تحفظ کو الیکشن میں سیاسی مقاصد کے لئے بطور نعرہ کا خیال رکھتے ہیں۔ اگر ایسے ہے تو اس پر نظر ثانی کی درخواست ہے۔ تمام مسلمان عقیدۂ ختم نبوت کے حامل و عامل ہیں۔ جس شخص کا ختم نبوت پر ایمان نہیں وہ مسلمان نہیں۔ ہاں! ہر مسلمان اپنی خوش بختی و توفیق ایزدی سے اس کے تحفظ کے لئے آگے بڑھتا ہے اور حصہ ڈالتا ہے۔ وہ دارین کی سعادتوں کو اپنی جھولی میں سمیٹتا ہے۔ جس نے ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جو کیا، مثبت یا منفی، وہ دارین میں اس کے نتائج و عواقب کو کھلی آنکھوں سے دیکھ پائے گا۔ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے امیدوار کی خدمات یا مخالفت کو پبلک اور ووٹر خوب جانتے پہچانتے ہیں۔ حق تعالیٰ نیتوں کا اجر دینے والے ہیں۔ ہم اس مقدس عقیدہ کو کیش کرانے والے قرار نہ پائیں۔ یا یہ کہ ہمارے طرزِ عمل سے یہ جدوجہد متنازعہ نہ بنے۔ آپ اسے سوء فہم قرار دیں یا اپنے ایک خادم کی صدائے بے نواء، اس کا آپ کو حق حاصل ہے۔ لیکن اس کے مضمرات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے میں کوئی حرج نہ ہو تو پھر غور فرما لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کار خیر کی سعادت سے سرفراز فرمائیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

درِ مصطفیٰ ﷺ

یہ احمد مرسل ﷺ سے عقیدت کا اثر ہے — بیٹھا ہوں یہاں، گنبدِ خضرا پہ نظر ہے

اس صفحۂ ہستی میں کہیں خلد اگر ہے — وہ آپ ﷺ کا در، آپ ﷺ کا در، آپ ﷺ کا در ہے

سرچشمۂ رحمت ہے گلستانِ مدینہ — کعبہ جسے کہتے ہیں وہ اللہ کا گھر ہے

آیا سرِ مژگاں جو غمِ ہجرِ نبی ﷺ میں

وہ اشک نہیں بلکہ ستارا ہے گہر ہے

شکیل احمد عاصم بریلوی

کائنات کے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا محمد علاؤالدین ندوی

کائنات مکمل نعمتوں کا خزانہ:

یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی خوبیوں، نعمتوں اور رحمتوں کا خزانہ ہے، یہاں ایک حقیر ذرہ سے لے کر پُرشکوہ پہاڑ تک، بحر و بر سے لے کر شمس و قمر تک، آکاش سے لے کر پاتال تک کی ہر شے ایک بیش بہا نعمت ہے، شاید کبھی بارش کے قطروں کو، صحراء کے ریتوں کو اور آسمان کے جھلملاتے تاروں کو گننا ممکن ہو جائے، مگر اللہ کی نعمتوں کا شمار ناممکن ہے۔ قرآن کریم کا دعویٰ ہے:

”وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ۔“

(النحل:۱۸)

ترجمہ: ”اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم ان کا شمار نہ کرسکو گے اللہ بے حد معاف کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔“

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

”وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ“ (ابراہیم:۳۴)

ترجمہ: ”اور اس نے تم کو ہر چیز دی جس کے تم طالب رہے، اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو گے تو ان کا شمار نہ کر پاؤ گے، بے شک انسان بڑا ہی حق تلف ناشکرا ہے۔“

انسان نے ہاتھ پھیلا کر اپنی ضرورتوں کا سامان مانگا ہو یا نہ مانگا ہو، اپنی خلقت اور اپنی فطرت کی رو سے جن جن چیزوں کا وہ محتاج تھا وہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و مصلحت سے اس کے لئے مہیا کر دیں، لیکن انسان کی ناشکری دیکھئے کہ وہ مرتے دم تک اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے، مگر گُن کسی اور کی گاتا ہے۔

نعمت کی دو بڑی قسمیں:

ان اربوں کھربوں اور اَن گنت نعمتوں کی دو بڑی اور موٹی قسمیں کی گئی ہیں، ایک ظاہری نعمتیں دوسری باطنی نعمتیں۔

ظاہری نعمتیں تو وہ ہیں جو ہمیں کھلی آنکھوں سے نظر آتی ہیں۔ ہوا، پانی، کھانا، دھوپ، رات، دن جنگل، پہاڑ، دریا، سمندر، آسمان اور بحر و بر میں چاروں طرف پھیلی ہوئی اور ان میں چھپی ہوئی ساری نعمتیں مثال کے طور پر صرف ایک دھوپ (سورج) کو لے لیجئے، یہ اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ اگر سورج کا وجود نہ ہوتا تو اس کائنات میں سرے سے زندگی کا وجود نہ ہوتا یا کم از کم اس دنیا میں زندگی کا ظہور ناممکن ہوتا، سورج کی گرمی نہ ہوتی تو سمندروں سے بخارات نہ اٹھتے، بخارات نہ اٹھتے تو بادل پانی سے بوجھل نہ ہوتے، بادلوں میں پانی جمع نہ ہوتا تو برکھا نہ ہوتی، برکھا کی شکل میں رحمت خداوندی کا نزول نہ ہوتا تو اس دنیا میں کسی جاندار کے زندہ رہنے کا امکان نہ ہوتا۔

دوسری قسم باطنی نعمتوں کی ہے، یہ نعمتیں آنکھوں سے تو نظر نہیں آتیں مگر انہیں دل و دماغ محسوس کرتا ہے، مثلاً خدا کی معرفت، اس کی محبت، علم کی دولت، ایمان کی دولت، محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، ماں باپ کی شفقت و تربیت کی نعمت وغیرہ وغیرہ۔

آپ کی بعثت دنیا کی سب سے بڑی نعمت:

مگر ان تمام نعمتوں میں اعلیٰ ترین اور عظیم الشان نعمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ آپ ﷺ ہی کی ذات کے ظہور سے اور آپ ﷺ ہی کی بعثت کے نتیجے میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی پہچان نصیب ہوئی، ہمیں ایمان کی دولت ملی، ہمیں جینے کا سلیقہ آیا، ہمیں دوسروں کے حقوق معلوم ہوئے، ہمیں انسانوں کو ان کی مجرمانہ زندگی اور بے راہ روی کے دلدل سے نکلنے کی توفیق ملی، آپ ﷺ کی بعثت نہ ہوئی ہوتی تو ہمیں نہ تو خدا کی معرفت حاصل ہوتی نہ اپنے مقصد زندگی کا عرفان حاصل ہوتا، نہ آخرت کا صحیح عقیدہ ملتا، نہ اعلیٰ اخلاقی قدروں سے روشناس ہوتے۔

نتیجے کے طور پر یہ کہنا درست ہوگا کہ اگرچہ اللہ کی معرفت و محبت اور اس کی عبادت و اطاعت ہی مقصود بالذات ہے وہی اول و آخر ہے، وہی ملجا و منتہا ہے، مگر ترتیب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و رسالت (اور ختم رسالت) پر ایمان لانا اسبق و اول ہے، ایسا اس لئے ہے کہ خدا کی معرفت، توحید کی حقیقت، قرآن کے کلام الٰہی ہونے کی حقیقت ہمیں آپ ہی کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے، آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کی ولادت و بعثت نہ ہوئی ہوتی تو یہ دنیا اس وقت جانوروں سے بدتر ہوتی بلکہ یہ کائنات کب کی تباہ کی جاچکی ہوتی، اس گفتگو سے اتنی بات تو ثابت ہوتی ہے کہ مادی نعمتوں کی تمام تر اہمیت و ضرورت کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی بعثت انسانوں کے لئے سب سے بڑی نعمت اور سب سے بڑی ضرورت ہے۔

آپ ﷺ کی دو ولادتیں ہوئیں:

اس بات سے کسی کو حیرت نہ ہونی چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو ولادتیں ہوئی ہیں۔ ایک ولادت تو ۹، ربیع الاول یا ۱۲، ربیع الاول میں ہوئی، جب حسن و جمال کا بے مثال پیکر جمال محمدی کی شکل میں آمنہ کی گود میں ہویدا ہوا تھا، جس کے جمال ظاہری سے سچ مچ شمس و قمر اور انجم و کواکب شرمائے تھے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی ولادت تھی، اس جسمانی ولادت سے جمال محمدی کا ظہور ہوا تھا، جمال محمدی کا ایسا ظہور اس دھرتی میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، چالیس سال چار مہینے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی ولادت ہوئی، آپ ﷺ کو رسالت و ختم نبوت سے سرفراز کیا گیا، آپ ﷺ کو ہدایت انسانی کا وہ ازلی و ابدی اور عالمگیر و ہمہ گیر پیغام بخشا گیا جو زمان و مکان کی قیود سے ماوراء ہے اور قیامت تک کے انسانوں کے لئے خدا کی آخری نعمت بھی ہے اور ہدایت کا سرچشمہ بھی۔

ایک انقلابی اور تاریخی دن:

یہ دن، جس دن غار حرا میں خدا نے اپنے بندے سے کلام کیا اور آپ کو آخری بار نبوت کا تاج زریں بخشا، انسانی تاریخ کا تاریخی اور انقلابی دن تھا۔ اس سے بڑا تاریخی اور انقلابی دن حقیقت میں انسان کی تاریخ میں کبھی آیا ہی نہیں، غور کیجئے تو آخر اس مشت خاک (انسان) کی حقیقت ہی کیا ہے؟ ماء مہین (گھٹیا پانی) سے پیدا کیا گیا انسان، اس کی اوقات ہی کیا ہے؟ مگر آج حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے اس انسان کو ہم کلامی کا شرف بخشا جارہا ہے، یہ انقلابی، تاریخی اور مبارک دن جس کا آغاز غار حرا سے ہوا تھا، انسانیت کی تاریخ میں دوبارہ کبھی بھی واپس نہیں آسکتا، اب انسان براہ راست خدا کا مخاطب کبھی نہیں بن سکتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھ سے فرمایا: آؤ اُمّ ایمنؓ کے یہاں چلیں، جب ہم دونوں ان کے گھر پہنچے اور بیٹھ گئے تو حضرت ام ایمنؓ رونے لگیں، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: آپ کیوں روتی ہیں؟ آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ کے یہاں آپ ﷺ کے لئے جو نعمتیں مہیا ہیں وہ یہاں کی نعمتوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔ حضرت ام ایمنؓ نے فرمایا: میں جانتی ہوں کہ اللہ کے یہاں جو کچھ ہے وہ بدرجہا بہتر ہے، لیکن میں تو اس لئے رورہی ہوں کہ وحی کا سلسلہ اب ہمیشہ کے لئے آسمان سے منقطع ہوگیا، اس بات نے ان دونوں حضرات کو بھی رُلا دیا۔

حضرت ام ایمنؓ کو اس بات کا کیسا گہرا ادراک تھا کہ ہدایت و رسالت کی وہ عظیم نعمت جس کا سلسلہ محسن اعظم، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یا روحانی ولادت سے شروع ہوا تھا، اب ہمیشہ کے لئے اس کا دروازہ بند ہوگیا، اب اللہ تعالیٰ قیامت تک کسی بندے کو ہم کلامی کا شرف نہیں بخشے گا۔

۱۲، ربیع الاول کو جسمانی ولادت ہوئی تو جمال محمدی اور سراپائے رسول اللہ کا ظہور ہوا، اس جمال محمدی کی پوری تفصیلات شمائل کی کتابوں میں موجود ہے، اکتالیسویں سال روحانی ولادت ہوئی تو اس سے کمال محمدی اور حقیقت محمدی کا ظہور ہوا، وہ کمال جو آپ ﷺ کی سیرت حسنہ کے آئینہ میں جھلملاتا ہے اور متحرک نظر آتا ہے، اصل یہ ہے کہ یہی ہمارے لئے نمونہ ہے، اسی کی پیروی کا ہمیں حکم ہوا ہے۔

ولادت جسمانی کو اہمیت کیوں؟

لیکن عام لوگ جسمانی ولادت کو اہمیت دیتے ہیں ایسا کیوں ہے؟ اس کی دو وجہیں ہیں:

ایک تو یہ کہ ولادت کا یہ مبارک دن حد درجہ خوشی کا موقع ہے، اس ولادت کے تذکرے میں ہماری عقیدت و محبت پنہاں ہوتی ہے اور ایسا کرنا ایک نوع کی عبادت بھی ہے، لیکن یہ سچ ہے کہ اس ولادت مبارکہ کے ذکر خیر میں ہمارے لئے کوئی پیغام نہیں ہے، اس حوالے سے ہمارے لئے اس میں کوئی عملی نمونہ نہیں ہے، نہ اس دن کے حوالے سے ہم پر کسی قسم کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ روحانی ولادت کا تذکرہ ہم پر بھاری ذمہ داریاں عائد کرتا ہے، کیونکہ بعثت کے بعد کی کل حیات طیبہ کی پاکیزہ سیرت ہی ہمارے لئے اعلا نمونہ ہے۔ آپ کی عبادات، آپ کے معمولات، آپ کے معاملات، آپ کا کار دعوت اور اس راہ کی جانفشانیاں، آپ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی، غرضیکہ آپ کی ۲۳ سالہ زندگی کا ہر قول، فعل، امر و نہی، دعوت و تذکیر، ہمارے لئے نمونہ کامل و اکمل ہے، یہ انسان کی فطری و داخلی کمزوری ہے کہ وہ ذمہ داریوں کی راہ سے فرار چاہتا ہے، ولادت نبوی کے تذکرے میں ایسی عظیم الشان ذمہ داریاں مضمر نہیں ہیں، اس لئے سہل پسند طبیعت کا خوگر انسان ولادت نبوی کی طرف طبعاً زیادہ مائل ہوتا ہے اور ذمہ داریوں کے بوجھ سے فرار چاہتا ہے۔

روحانی ولادت ہی مقصود و مطلوب ہے، مگر یہ نہ بھولنا چاہئے کہ جسمانی ولادت نہ ہوتی تو روحانی ولادت کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا۔ لہٰذا پہلی

(جسمانی) ولادت تو اصل ہے تو دوسری (روحانی) ولادت مقصود و مطلوب، جسمانی ولادت (جس کا مکمل اور دلکش بیان شمائل نبوی ہے) تو ایک سانچہ اور ڈھانچہ ہے، جس میں قرآنی اخلاق اور منشائے ایزدی کا جوہر اپنے حدِ کمال میں موجود ہے، کون نہیں جانتا کہ جیسا سانچہ ہوتا ہے ویسا ہی ساز و سامان ڈھلتا ہے، پہلی چیز صورت ہے تو دوسری چیز سیرت ہے، انسان کی سیرت کو پہچاننے کا ذریعہ صورت ہی ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کمال انسانی اور اخلاق ربانی کا گنج گرانمایہ تھے، ان کمالات کے تعارف کا ذریعہ تو جسم محمدی ہی ہوگا جس کا ظہور آمنہ بنت وہب کی گود میں ہوا، کسی بھی جاندار کے جسم کا وجود نہ ہوتا تو یہ روح کہاں استقرار پکڑتی۔

اس اہمیت کے باوجود جسموں ڈھانچوں اور ظاہری صورتوں کی خرابی یہ ہے کہ وہ تغیر پذیر ہوتی ہیں اور فنا سے دوچار ہوکر نیست و نابود ہوجاتی ہیں، جبکہ اچھے اخلاق اور ربانی قدریں، ربانی صفات اور کمالات خداوندی کا عکس ہوتی ہیں اور ظاہر ہے، خدائی صفات و کمالات وخوبیوں کا زوال نہیں ہے، انسان کے مرنے سے صرف اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہوتا ہے عمل کے اثرات تو باقی رہتے ہیں، یعنی انسان کی سیرت زندہ اور باقی رہ جاتی ہے، البتہ اس کا جسم فنا سے دوچار ہوتا ہے۔

شانِ عبدیت میں آپ ﷺ کی یکتائی:

اللہ تعالیٰ کے تکوینی اور تشریعی دونوں قوانین اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اس عظیم الشان کائنات کے بنائے جانے کا مقصد، اسے سجا سنوار کر ایک خوبصورت چمن بنا دینے کا مقصد، اس کو تمام نعمتوں، وسائل و ذرائع اور انسانی لوازمات سے مہیا کردینے کا مقصد انسان کو یہاں آباد کرنا تھا اور اس کی آبادکاری کا مقصد اسے اپنے مالک (اللہ واحد) کی عبادت کے لئے موقع دینا تھا، لیکن بُرا ہو بگڑے ہوئے مزاج والے انسانوں کا کہ انہوں نے اپنی طبعی ضرورت کھانے پینے، پہننے اوڑھنے کو مقصد زندگی بنالیا، پھر شیطان کے دام میں پھنس کر کھیل تماشے، لہو لعب، گناہ و بدی، ظلم و جور اور دنیا میں بدمعاشیاں اور شیطان کی ہم نوائیاں کرنا شروع کردیا، حالانکہ اس کے کھانے پینے اور جملہ بنیادی ضروریات کی ضمانت تو خود اس کے پیدا کرنے والے خدا نے لے رکھی ہے۔ ہر مسلمان یہ بات جانتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر باکمال انسان اس دنیا میں پیدا نہیں ہوا تو آپ سے آپ یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ آپ سے بڑا کوئی عبادت گزار نہیں ہوا نہ ہوسکتا ہے۔ آپ کی شان عبدیت ہی نرالی ہے، آپ پر عبادت و بندگی کے سارے مراتب ختم ہوگئے، آپ عبادت و اطاعت کے جس اوج ثریا پر فائز نظر آتے ہیں وہاں تک کسی کی رسائی نہیں ہوسکتی، یعنی اللہ کی شان جیسی نرالی، جیسے وہ اپنی معبودیت میں یکتا ویگانہ جس میں اس کا کوئی شریک وسہیم نہیں، ویسے ہی اللہ کے رسول کی شان عبادت و بندگی بھی بے نظیر، اگرچہ نفس عبادت و اطاعت میں دوسرے بھی شامل و شریک ہوتے ہیں، یہی شان بندگی ہے، یہی شان عبدیت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے کل دوائر کا احاطہ کرتی ہے، آپ کہیں بھی ، کسی بھی حال میں ہوں، بندگی کا لازمی خاصہ ہر جگہ جلوہ فگن ہوگا، اسی کا نام سیرت طیبہ ہے اور یہی سیرت طیبہ ہمارے لئے آئیڈیل ہے، آپ نے فرمایا: ”صلوا کما رأیتمونی“... تم ویسے ہی نماز پڑھو جیسی نماز پڑھتے تم مجھے دیکھو...، آپ نے فرمایا: ”خذوا عنی مناسککم“... تم لوگ مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھ لو، آپ کو نمونہ بنا کر بھیجنے والے نے فرمایا: ”لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ“ (المائدہ:۳)... رسول اللہ (کی زندگی) میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے...

آپ ہی جامع الکمالات کیوں؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ہی کیوں جامع کمالات ہیں؟ اور اس کا جواب صرف یہ ہے کہ آپ تنہا جامع کمالات اس لئے ہیں کہ آپ ہی تنہا خاتم النبیین ہیں اور خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ دین و دنیا کی ساری روحانی نعمتوں، فضیلتوں اور خوبیوں کا آخری اور فائنل سرچشمہ آپ ہی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے، سارے انبیاء اور رسولوں کے کمالات، تعلیمات آپ کے کمالات اور تعلیمات میں سمٹ آئی ہیں۔ رحمۃ للعالمین بھی تنہا آپ ہی ہیں، آپ نے اپنے بارے میں خود ارشاد فرمایا ہے کہ میں ایسی رحمت ہوں جو بندوں کو بطور نعمت ہدیہ کیا گیا ہوں، اس عظیم نعمت کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا:

”الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً“ (المائدہ:۳)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں:

”دنیا کے ہر انسان کو فکر کرنا چاہئے کہ ہماری نوع انسانی میں ایک ایسا انسان پیدا ہوا جس سے انسانیت کا سر اونچا اور نام روشن ہوا، اگر آپ نہ آتے تو دنیا کا کیا نقشہ ہوتا اور ہم انسانیت کی شرافت وعظمت کے لئے کس کو پیش کرتے؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر انسان کے ہیں، محمد رسول اللہ سے اس دنیا کی رونق اور نوع انسانی کی عظمت ہے، وہ کسی قوم کی ملک نہیں،

(باقی صفحہ 18 پر)

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء....۱۳۶۲ھ/۱۹۴۴ء)

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز بیعت حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ڈپٹی کلکٹر تھے، گریجویٹ تھے، الٰہ آباد یونیورسٹی سے بی اے کیا تھا لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی چند دن کی صحبت سے اللہ کی نسبت پا گئے، تعلق مع اللہ سے مشرف ہوگئے اور جب تھانہ بھون سے جانے لگے تو فرمایا:

نقش بتاں مٹایا، دکھایا جمالِ حق
آنکھوں کو آنکھیں دل کو میرے دل بنادیا
آہن کو سوز دل سے کیا نرم آپ نے
نا آشنائے درد کو بسمل بنادیا
مجذوبؔ در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنادیا

اور پھر کیا ہوا شیخ العلماء بنے۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ ہردوئی نے بھی اپنا مصلح بنایا۔

حضرت خواجہ صاحب بے مثل شیخ:

ایک عالم نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میں نے خواجہ صاحب کو اپنا مصلح اور شیخ تجویز کیا ہے۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ بے مثل انتخاب کیا۔ کیوں صاحب! ''یہ گریجویٹ، بی اے، ڈپٹی کلکٹر، انگریزی داں'' مولانا لوگوں کا شیخ بن رہا ہے! کیوں صاحب یہ علماء ایک انگریزی داں کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر رہے ہیں؟ مفتی جمیل احمد تھانوی صاحبؒ جامعہ اشرفیہ لاہور کے مفتی انہیں اپنا شیخ بنا رہے ہیں اور اصلاحی خط و کتابت ہو رہی ہے۔ خواجہ صاحبؒ کو لکھتے ہیں کہ مجھے ایسی ترکیب بتادیجیے کہ تعلق مع اللہ نصیب ہوجائے۔ خواجہ صاحبؒ جواب لکھتے ہیں کہ بغیر شیخ کے سامنے اپنے نفس کو مٹائے ہوئے اللہ نہیں ملا کرتا اور مفتی صاحبؒ کو یہ شعر لکھ کر بھیجا تھا:

پیش مرشد ذلیل ہو جاؤ
شمع بے دلیل ہوجاؤ
پھر تو بچ جمیل ہوجاؤ
یعنی حق کے خلیل ہوجاؤ

مفتی جمیل احمد تھانویؒ کی درخواست پر خواجہ صاحبؒ کا جواب:

مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ آپ کو اللہ کی محبت کی جو دولت ملی ہے وہ مجھ کو بھی عطا فرمادیجیے تو خواجہ صاحبؒ نے لکھا:

مے یہ ملی نہیں ہے یوں، قلب و جگر ہوئے ہیں خوں
کیوں میں کسی کو مفت دوں، مے مری مفت کی نہیں

فرمایا کہ یہ دولت یوں ہی مفت میں نہیں ملتی۔ پہلے رگڑے کھاؤ، نفس کو مٹاؤ، پھر دل دل بنے گا۔ فرماتے ہیں:

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل
کچھ نہ پوچھو دل بہت مشکل سے بن پاتا ہے دل

حضرت تھانویؒ کی بارگاہ میں حاضری کا مقصد:

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ جاہ اور عزت . لے تھے پھر بھی جب حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک پرچہ پر اپنی حاضری کا مقصد ایک شعر میں لکھ کر بھیج دیا وہ شعر یہ تھا:

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں
مٹادیجیے مٹادیجیے میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

خواجہ صاحبؒ کا دل کسی حال میں اللہ سے غافل نہ ہوتا تھا:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ ایک بار حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے خلفاء علماء موجود تھے۔ خواجہ صاحب نے ہم لوگوں کو خوب ہنسایا، پھر پوچھا کہ اچھا بتاؤ کہ اس ہنسنے کی حالت میں کون کون باخدا تھا اور کون اللہ سے غافل ہوگیا تھا؟ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم لوگ مارے ڈر کے خاموش تھے۔ پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الحمدللہ! اس ہنسنے کی حالت میں بھی میرا دل اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں تھا۔ جیسے چھوٹے بچے ابا کے سامنے ہنس رہے ہوں تو ابا خوش ہوتے ہیں۔ اسی طرح اللہ والے جب ہنستے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر خوش ہو رہے ہیں کہ میرے بندے کیسا آپس میں ہنس رہے ہیں۔ وہ ہنسنے میں بھی باخدا ہیں۔ پھر خواجہ صاحب نے یہ شعر پڑھا اور اس کیفیت کو تعبیر کیا:

ہنسی بھی ہے میرے لب پہ ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے
مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے چوبیس ہزار مرتبہ اللہ اللہ بتایا۔

خواجہؒ کے سوال پر حضرت تھانویؒ کا جواب:

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جون پور میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تھا کہ جب کوئی اللہ والا ہوجاتا ہے اور نسبت عطا ہوجاتی ہے تو کیا اسے پتا چل جاتا ہے کہ میرے قلب میں اللہ آگیا اور میں صاحب

نسبت ہوگیا؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ خواجہ صاحب! جب آپ بالغ ہوئے تھے تو کیا آپ کو پتا نہیں چلا تھا کہ میں بالغ ہوگیا ہوں یا آپ کو دوستوں سے پوچھنا پڑا تھا کہ یارو! بتانا کہ عزیز الحسن بالغ ہوا یا نہیں۔ بس کیا عجیب مثال دی۔ فرمایا کہ ایسے ہی ایک مدت اہل اللہ کے فیضانِ صحبت سے، ذکر و فکر سے، گناہوں سے بچنے سے جب روح بالغ ہوتی ہے یعنی اللہ والی ہو جاتی ہے تو اس کے اندر کچھ جان ہی اور آجاتی ہے، درد بھرا دل عطا ہوجاتا ہے اور آدمی محسوس کرلیتا ہے کہ مجھے حق تعالیٰ کی معیت خاصہ عطا ہوگئی۔

لیکن کسی اللہ والے سے مشورہ کرکے ذکر کرو۔

جب حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات فرمائی تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اشکال پیش کیا کہ حضرت! یہ اللہ والوں کی قید آپ کیوں لگاتے ہیں؟ آدمی خود ہی ذکر کرلے، کیا ذکر سے ہم اللہ تک نہیں پہنچ سکتے؟ اب حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا جواب سنیے۔ فرمایا کہ: بے شک اللہ کے ذکر ہی سے ہم اللہ تک پہنچیں گے، جس طرح کاٹتی تو تلوار ہی ہے مگر جب کسی سپاہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ کاٹے گی تو تلوار ہی، کاٹ تو تلوار ہی سے ہوگی لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔ اسی طرح کام تو ذکر ہی سے بنے گا لیکن جب کسی اللہ والے کی راہ نمائی اور مشورہ سے ہو۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کی امتیازی خصوصیات:

خواجہ صاحبؒ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے اور محبوب و چہیتے خلیفہ تھے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق تھے، ڈپٹی کلکٹر اور بہت بڑے شاعر بھی تھے، شکل و صورت کے بہت حسین و جمیل تھے، بڑا لمبا قد تھا، جہاں بیٹھتے تھے خواجہ صاحب ہی خواجہ صاحب نظر آتے تھے۔ خواجہ صاحبؒ کی اپنے شیخ کے عشق میں عجیب حالت تھی۔ ایک مرتبہ اعظم گڑھ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ خلیفہ بیٹھے تھے، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری اعظم گڑھی، حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی، حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب اعظم گڑھی، حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ندوی، حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی اور خود خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب۔ مولانا ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ میں بھی اس مجلس میں تھا، خواجہ صاحب گفتگو کرتے تھے، دین کی باتیں سناتے تھے اور سارے علماء سنتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے امیر مجلس اس "مسٹر" کو بنایا تھا جس نے تھانہ بھون جاکر اپنی مسٹری کی "ٹر" نکال دی تھی یعنی اپنے نفس کو مٹایا تھا، پھر اللہ نے کہاں سے کہاں پہنچادیا۔

پانچواں حضرات مرید کی طرح خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ سن رہے تھے، یہ کیا بات ہے؟ کیا مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علم معمولی تھا؟ لیکن خواجہ صاحبؒ عشق کی وجہ سے اپنے پیر بھائیوں میں ایک نمایاں مقام رکھتے تھے کیوں کہ وہ عاشق شیخ تھے، اس لیے اللہ نے ان کو اونچا مقام دیا تھا، باقی چاہے کتنے ہی بڑے عالم ہوں لیکن ہر شخص خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کا وعظ سنتا تھا، کسی کو ہمت نہیں ہوتی تھی کہ خواجہ صاحبؒ کو اپنا ملفوظ سنائے یا منطق کی قاضی حمد اللہ وغیرہ کی کوئی شکل اوّل وغیرہ سنادیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ خواجہ صاحب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ بعینہٖ نقل کرتے تھے، الفاظ میں بھی ان سے تسامح نہیں ہوتا تھا، اس لیے لوگوں کو اس میں مزہ آتا تھا اور عاشق کی کچھ عظمت بھی ایسی ہوجاتی ہے جس کے بارے میں حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

عشق جس کا امام ہوتا ہے
اُس کا اُونچا مقام ہوتا ہے

خواجہ صاحبؒ اپنے شیخ (حضرت تھانویؒ) کی جدائی پر رونے لگے:

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کانپور میں ڈپٹی کلکٹر تھے لیکن وہاں سے تھانہ بھون حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کانپور تشریف لے گئے اور کچھ دن قیام کے بعد واپس جانے لگے تو خواجہ صاحبؒ حضرت تھانویؒ کی جدائی کے صدمے سے رونے لگے۔

داڑھی سے متعلق استہزا پر حضرت خواجہ صاحبؒ کا جواب:

جب حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا داڑھی رکھنے پر مذاق اُڑایا گیا تو آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور یہ شعر پڑھا:

ساری دُنیا کی نگاہوں سے گرا ہے مجذوبؔ
تب کہیں جاکے ترے دل میں جگہ پائی ہے

آہ! کاش یہ جذبہ ہمارے دل میں بھی پیدا ہوجائے! کیا جذبہ تھا خواجہ صاحب کے دل میں! لیکن اس کے بعد وہ وقت بھی آیا کہ ایک دن ساری دُنیا ان سے دُعائیں لینے لگی، اُس وقت فرمایا:

اب تو دُنیا چلی آتی ہے مرے قدموں پر

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں قیامت کے دن اللہ کو اپنی داڑھی دکھا کر کہوں گا:

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

حضرت تھانویؒ کی وفات پر خواجہ صاحبؒ کے قلب کی کیفیت:

جب حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کو پتا نہیں تھا، مگر ان کو اپنے قلب میں اندھیرا سا محسوس ہوا، اُنہوں نے کہا کہ لگتا ہے

حضرت کا انتقال ہوگیا اور وہ وقت نوٹ کرلیا تو جو وقت نوٹ کیا تھا پتا چلا کہ بالکل اُسی وقت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اِنتقال ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والے آفتاب ہوتے ہیں، جس طرح سورج ڈوبنے سے اندھیرا ہوجاتا ہے جس سے پتا چل جاتا ہے کہ اب سورج نہیں رہا، تو اللہ والوں کے انتقال سے بھی جو اہل اللہ ہیں، اہلِ نسبت ہیں اور اہلِ نور ہیں، اُن کو پتا چل جاتا ہے کہ کسی ولی اللہ کا اِنتقال ہوگیا، چاہے ان کو علم ہو یا نہ ہو۔ اُن کو گھبراہٹ ہوجائے گی، دل میں پریشانی آجائے گی۔

خواجہ صاحب کے نعتیہ کلام کی اثر آفرینی:

جگر صاحب مراد آبادیؒ آل انڈیا شاعر تھے، کان پور کے ایک مشاعرہ میں جگر صاحبؒ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت محبوب خلیفہ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک ساتھ جمع ہوگئے۔ اس مشاعرہ میں جگر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنا کلام پڑھنا تھا اور حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنی نعتیہ غزل پڑھنی تھی۔ خواجہ صاحبؒ نے جگر صاحب سے کہا کہ پہلے آپ پڑھیے، انہوں نے کہا کہ نہیں پہلے آپ پڑھیے۔ خواجہ صاحبؒ نے اپنی نعتیہ غزل پڑھی، ابھی ایک ہی شعر پڑھا تھا کہ جگر صاحب نے اپنی غزل جیب میں ڈال لی اور کہا کہ اب میں نہیں پڑھوں گا، آفتاب کے سامنے میں اپنا چراغ کیا پیش کروں؟ اللہ والوں کی شاعری کا کیا کہنا۔ میں آپ کو وہ شعر بھی سنا دیتا ہوں جو خواجہ صاحب نے پڑھا تھا جس پر جگر مراد آبادیؒ نے جو شاہِ غزل یعنی غزل کا بادشاہ کہلاتا تھا اپنی غزل جیب میں ڈال لی اور کہا کہ اب میں کچھ نہیں پڑھوں گا۔

خواجہ صاحب عظیم شخصیت:

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ روزانہ چوبیس ہزار دفعہ اللہ اللہ کا ذکر کرنے والے، حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ، اپنے زمانے کے ڈپٹی کلکٹر، انگریزی داں، کار اور چپڑاسی والے لیکن حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنے کو کیسا مٹایا کہ اللہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ اُن کو خلافت دی۔ اب ان کا وہ شعر سناتا ہوں جسے سن کر جگر صاحبؒ نے اپنی غزل جیب میں رکھ لی اور پڑھی ہی نہیں۔ وہ شعر تھا:

گھٹا اُٹھی ہے تو بھی کھول زلفِ عنبریں ساقی
ترے ہوتے فلک سے کیوں ہو شرمندہ زمیں ساقی

آسمان پر کالی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں، اے ساقی! یعنی اے مدینہ والے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بھی زمین پر اپنی زلفِ عنبریں کھول دیں تاکہ آپ کے ہوتے ہوئے زمین آسمان سے شرمندہ نہ ہو، آسمان کی کالی گھٹائیں آپ کی زلفِ عنبریں کے آگے کیا بیچتی ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (بانی دارالعلوم دیوبند) روضۂ مبارک کے سامنے کھڑے ہوکر عرض کرتے ہیں:

بحق آں کہ او جانِ جہان است
فدائے روضہ اش ہفت آسمان است

اے خدا! اس ذاتِ گرامی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے جو پوری کائنات کی جان ہیں، پورے عالم کی روح ہیں، جانِ جہاں ہے، جہاں کی روح ہیں، اگر یہ پیدا نہ ہوتے تو خدا زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتا، اس مبارک ہستی کے صدقے میں جو روضۂ مبارک کے اندر آرام فرما ہیں اور جس کے روضہ پر ساتوں آسمان فدا ہو رہے ہیں۔

روضۂ مبارک پر حاضری کا ایک ادب:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ شریف جائے تو یہ نہ کہے زُرْتُ قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ایسا کہنا مکروہ ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کی، پھر کیا کہنا چاہیے؟ زُرْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مکہ سے حج کرکے چلا جائے اور مدینہ نہ آئے تو اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ اور جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر صلوٰۃ وسلام پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سلام کا خود جواب عطا فرماتے ہیں۔

صحبت اولیاء روحانی حیات کا ذریعہ ہے:

جب خواجہ صاحبؒ نے نعت کا شعر پڑھا تو جگر صاحبؒ کے دل پر چوٹ لگی، انہوں نے اپنی غزل جیب میں رکھ لی کہ اب میرا شعر کہنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔

خواجہ صاحبؒ نے حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ یہ صاحبِ نسبت کی اِصطلاح کہاں سے چلی ہے؟ کیوں کہ یہ صحابہؓ کے زمانہ میں تو نہیں تھی! تو حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا میں پوشیدہ ہے، جس دن نور مکمل ہوگا یعنی دل نور سے بھر جائے گا، چہرے سے جھلکنے لگے گا، آنکھوں سے جھلکنے لگے گا اور اس ادا کو اللہ نے فرمایا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ میرے عاشقوں کا دل او ور فل ہوکر نور سے بھر جاتا ہے، تقویٰ کی برکت سے اُن کا نور ضائع نہیں ہوتا، اُن کے چہروں پر چمکتا ہے، ہمارا نور اُن کی آنکھوں سے ٹپکتا ہے، اُن کو دیکھ کر اللہ یاد آتے ہیں، جو اللہ والوں کو دیکھتا ہے اسے اللہ یاد آتا ہے، جیسے جو جنوبی افریقہ کی پیلی مٹی دیکھتا ہے اس کو سونا یاد آتا ہے کیوں کہ اُس کا کلر بتاتا ہے کہ یہاں سونا تھا تو سونا تو مٹی کا کلر بدل دے اور اللہ جو خالقِ سونا ہے وہ اپنے عاشقوں کے چہرے کا کلر نہ بدلے!؟

(جاری ہے)

فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری
قصور کی معصوم بچی کا المیہ

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

بعض مضامین میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد جب فلسطین پر برطانیہ نے قبضہ کر لیا تو اس نے یہودیوں کے ساتھ اپنے وعدہ ''اعلان بالفور'' کے مطابق دنیا بھر کے یہودیوں کو اجازت دے دی تھی کہ وہ فلسطین میں آ کر زمینیں خرید سکتے ہیں اور آباد ہو سکتے ہیں۔ یہ اجازت خلافت عثمانیہ نے یہودیوں کے عالمی وفد کی باقاعدہ درخواست کے باوجود نہیں دی تھی جس کی پاداش میں خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے لئے یہودیوں نے یورپ کی مسیحی طاقتوں سے اتحاد کر لیا تھا۔ اس موقع پر بعض عرب علماء نے فلسطینیوں کو یہودیوں پر اپنی زمینیں بیچنے سے روکنے کے لئے فتویٰ صادر کیا تھا کہ یہودیوں پر فلسطین کی زمین فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ اس فتویٰ کی تائید ہمارے برصغیر کے اکابر علماء کرام بالخصوص حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی فرمائی تھی۔

اس حوالہ سے بعض دوستوں کا کہنا ہے کہ یہ بات خلاف واقعہ ہے اور فلسطینیوں کے خلاف غلط طور پر پھیلائی گئی ہے جس پر کچھ حضرات نے مجھ سے اس کا حوالہ طلب کیا ہے۔ چنانچہ اس کی وضاحت کے لئے گزارش کر رہا ہوں کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی ''بوادر النوادر'' کے نام سے ایک مستقل کتاب ہے جس میں ان کے بہت سے نادر اور مختلف النوع علمی مضامین اور فتاویٰ کو یکجا شائع کیا گیا ہے، اس میں چوہتر واں (۷۴) نادرہ اسی مسئلہ کے بارے میں ہے جو ایک استفتاء کے جواب میں ہے اور عربی زبان میں ہے۔ استفتاء میں کہا گیا ہے کہ بعض مسلمان فلسطین کی زمینیں یہودیوں پر

> **اگر مصائب و مشکلات اور ناکامیوں کے اسباب واضح کرنے کی بجائے ان پر پردہ ڈالنے کی روش اختیار کر لی جائے تو اصلاح احوال کے امکانات بھی کم ہوتے چلے جاتے ہیں**

فروخت کر رہے ہیں اور بہت سے مسلمان حضرات اس خرید و فروخت میں ذریعہ بن رہے ہیں، ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ کیونکہ یہودی ایک منصوبہ کے تحت فلسطین میں آباد ہو کر اور بیت المقدس پر قبضہ کر کے اپنا معبد ہیکل سلیمانی تعمیر کرنا چاہتے ہیں جس کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ فلسطینیوں کی ایک بڑی تعداد بے وطن ہو جائے گی بلکہ ہیکل سلیمانی کی دوبارہ یہودی منصوبے کے مطابق تعمیر سے مسجد اقصیٰ بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔ اس استفتاء کے جواب میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فقہی دلائل کے ساتھ یہ واضح کیا تھا کہ یہودیوں پر اپنی زمینیں فروخت کرنے والے فلسطینیوں کا یہ عمل شرعاً درست نہیں ہے اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔ اس فتویٰ پر ''ثلث الاول فی رمضان المبارک ۳۵ھ'' کی تاریخ درج ہے اور ''کتبہ اشرف علی التھانوی الحنفی الفاروقی عفی عنہ من الہند'' تحریر ہے۔

جہاں تک فلسطینیوں کے مظلوم ہونے کا تعلق ہے اس میں کوئی کلام نہیں ہے اور یہودیوں کے جبر و تسلط اور ان کے ناپاک عزائم کی مخالفت و مزاحمت

سو سال سے زائد بہترین خدمت
ESTD 1880
ABDULLAH
BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

ہمارے دینی فرائض میں سے ہے،اس میں ہم مکمل طور پر فلسطینی قوم اورعرب عوام کے ساتھ ہیں اوران کی ہر ممکن حمایت ومعاونت کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔لیکن کسی مظلوم کی حمایت ونصرت کے لئے اسے معصوم ثابت کرنا ضروری نہیں ہوتا بلکہ اسے ایسے مصائب کا سبب بننے والی غلطیوں سے آگاہ کرنا بھی نصرت وحمایت ہی کی ایک صورت ہوتی ہے۔خودقرآن کریم کا اسلوب یہی ہے کہ اس نے ''فبما کسبت ایدیکم ''فرما کرعمومی قانون بیان کیا ہے کہ قوموں کے مصائب و آلام کے اسباب ان کی اپنی غلطیاں ہوتی ہیں۔اوراس کے ساتھ غزوۂ احد میں مسلمانوں کی وقتی ہزیمت اور نقصانات کے اسباب کا تفصیل کے ساتھ تجزیہ کر کے قرآن کریم نے ان غلطیوں کی نشاندہی بھی کی ہے جو وقتی طور پر مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ جانے کا سبب بنی تھیں۔حتیٰ کہ جب یہ پوچھا گیا کہ''انّی ھذا؟''یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟ تو قرآن کریم نے دوٹوک جواب دیا کہ''ھو من عند انفسکم ''یہ تمہاری اپنی غلطیوں کا نتیجہ ہے۔اسی طرح غزوۂ حنین میں جب وقتی طور پر مسلمان لشکر کے پاؤں اکھڑے تو''اذ اعجبتکم کثرتکم ''کہہ کر قرآن کریم نے اس کا سبب بتادیا کہ تم اپنی کثرت کے باعث بے پرواہو گئے تھے۔

پھر اگر مصائب ومشکلات اورنا کامیوں کے اسباب واضح کرنے کی بجائے ان پر پردہ ڈالنے کی روش اختیار کر لی جائے تو اصلاح احوال کے امکانات بھی کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔اس لئے ہماری گزارش ہے کہ مظلوم کی حمایت ضرور کی جائے اور پوری قوت کے ساتھ کی جائے لیکن اسے معصوم اور بے قصور ثابت کرنے کی بجائے ان غلطیوں اور کوتاہیوں سے آگاہ کرنا بھی اس کے ساتھ محبت اور ہمدردی کا تقاضا ہوتا ہے جو اس کے مصائب وآلام کا سبب اور باعث بنتی ہیں۔

قصور کی معصوم بچی زینب شہید جس درندگی اور وحشت کا نشانہ بنی ہے،اس پر ہم بھی پوری قوم کے اجتماعی کرب واضطراب میں شریک ہیں مگر جب کچھ لکھنے کے لئے قلم پکڑا تو دماغ ماؤف سا ہوگیا ہے کہ کیا لکھوں، کیسے لکھوں اور کس کو لکھوں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔یہ درندگی کا پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ اب تو ایسی شرمناک اور وحشت ناک وارداتوں کی لائن ہی لگتی جارہی ہے۔خدا جانے ہماری اجتماعی بداعمالیاں،بے حسی بلکہ سنگدلی اور کیا کیا گل کھلائے گی!جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کسی یہودی نے ایک معصوم بچی کے گلے میں ہار دیکھ کر اس کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیس کی خود تفتیش فرمائی تھی اور مجرم کو گرفتار کرکے اس کا سر بھی اسی طرح دو پتھروں کے درمیان کچل کر رکھ دیا تھا۔مگر یہ روایات اب ہمارے لئے خدانخواستہ اجنبی ہوتی جا رہی ہیں،ہم نام نہاد تہذیب وتمدن اور سولائزیشن کے اس دور میں رہتے ہیں جسے''اینڈ آف دی ہسٹری'' کہا جاتا ہے اور جس میں سزا میں سختی کو تو انسانی عزت نفس کے منافی سمجھا جاتا ہے مگر شرف و عزت اور تحفظ و وقار کے سارے حقوق ڈاکوؤں، درندوں، بدکاروں اورلٹیروں کے لئے مخصوص ہوکررہ گئے ہیں۔

ابھی لاہور کے دانشور دوست پروفیسر رفرف صاحب نے ایک پوسٹ بھجوائی ہے اسی کو اپنے احساسات اور جذبات کے اظہار کا ذریعہ بنا رہا ہوں:

''نواب کالا باغ بڑے سخت گیر ایڈمنسٹریٹر تھے۔ان کے دور میں لاہور میں ایک پانچ سالہ بچہ اغوا ہوگیا۔نواب صاحب نے ایس ایس پی کو بلوا کر چوبیس گھنٹے کے اندر بچہ برآمد کرنے کا حکم دیا۔چوبیس گھنٹے گزر گئے مگر بچہ برآمد نہ ہوا تو نواب صاحب نے اگلے دن اے ایس پی، ایس پی اور ایس ایس پی کے بچے منگوائے اور کالاباغ بھجوا دیے اور اعلان کیا کہ جب تک پولیس اغوا شدہ بچہ برآمد نہیں کرے گی اس وقت تک ان افسروں کے بچے انہیں واپس نہیں ملیں گے۔یہ نسخہ کامیاب ہوگیا اور پولیس نے اسی دن بچہ برآمد کرلیا۔نواب صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ جب تک عوام کے مسئلہ کی تکلیف بیوروکریسی تک نہیں پہنچتی افسر اس وقت تک وہ مسئلہ حل نہیں کرتے۔''

(روزنامہ اوصاف اسلام آباد،۱۳/جنوری ۲۰۱۸ء)

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 32514972-32531133

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

تحفظ ختم نبوت کانفرنس میں ایک اہم اور موثر خطاب

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

حقیقت میں مسلمانوں کو اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت کا جو تعلق ہے اس کی بنا پر اس بات کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا کہ آپ ﷺ کی رسالت اور آپ ﷺ کی ختم رسالت کے سلسلہ میں کوئی گستاخی ہو یا اس سے کوئی بغاوت کرے اور اس کو مسلمان برداشت کرلیں۔ یہ ان کے ایمان کے بھی خلاف ہے اور ان کی اس محبت کے بھی خلاف ہے جو ان کو اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور یہ امت اس سلسلہ میں مشہور ہے اور اس میں اس کو مثالی حیثیت حاصل ہے، اس کو اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی محبت ہے شاید ہی کسی امت کو اپنے نبی سے ہوئی ہوگی اور یہ محبت حقیقت میں اس امت کے امت محمدیہ اور امت اسلام ہونے کی ایک ضمانت ہے اور اپنے نبی سے گہرے تعلق اور اس طرح اپنے دین سے وابستگی کا بڑا ذریعہ ہے، اس امت کے افراد دنیا کے مختلف حصوں میں رہتے ہیں، گاؤں گاؤں میں رہتے ہیں اور بستیوں میں رہتے ہیں، ایسی جگہوں میں بھی رہتے ہیں، جہاں وہ بہت چھوٹی اقلیت ہیں اور جہاں ان کے لئے دین سے واقفیت کے ذرائع حاصل نہیں ہیں اور وہ دین کے فرائض اور شریعت سے بالکل ناواقف ہیں لیکن ان کو مسلمان باقی رکھنے کا بہت بڑا ذریعہ ان کا وہ تعلق ہے جو ان کو اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، ان کے اس تعلق نے اس امت کی بڑی حفاظت کی ہے، اس کی وجہ سے امت اپنے کو مسلمان جاننے اور ماننے پر قائم رہی ہے، یہ درحقیقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے اثر سے بھی ہے جس کی وجہ سے قیامت تک آپ ہی ان کے نبی رہیں گے، اسی کا نتیجہ ہے کہ اس امت کے افراد ہر چیز برداشت کرسکتے ہیں لیکن اس بات کو نہیں برداشت کرسکتے ہیں کہ ان کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کی نبوت کے سلسلہ میں کوئی گستاخی کی بات کہی جائے یا ان کے اوپر شبہ کیا جائے یا ان کے متعلق ایسی بات کہی جائے جو مناسب نہ ہو، مسلمانوں کا یہ جذبہ ان کے لئے بہت بڑی دولت ہے اور بہت بڑا ذریعہ ہے جو اس امت کی بقا کا ضامن ہے اور اس امت کی حفاظت کررہا ہے اور اس سے یہ امت محفوظ ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ شیطان بہت ہی عزم کے ساتھ، بہت ہی دانائی کے ساتھ اپنے گمراہ کن کام کے لئے فکرمند رہتا ہے، وہ کسی کو بہکانا چاہتا ہے تو سیدھے سیدھے وہ بات نہیں کہتا جو بہکانے کی ہے، مثلاً کسی نمازی سے سیدھے یہ نہیں کہے گا کہ تم نماز چھوڑ دو اور کسی سے یہ نہیں کہے گا کہ تم زنا کا ارتکاب کرو یا کسی حرام کام پر جسے لوگ حرام سمجھتے ہیں اس کا ارتکاب کرو، وہ اس راستے سے آتا ہے کہ جس راستے سے آدمی دھوکے میں آجائے، چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ اس امت کو بار بار اس بات سے سابقہ پڑا ہے کہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو چیلنج کیا ہے اور بہت ہی خاموشی سے اور بہت ہی حکمت (چالاکی و چابکدستی) ودانائی سے بہکانے کی کوشش کی ہے، لیکن اس کا یہ حربہ چلا نہیں اور جلد آشکارا ہوگیا کہ یہ حرکت بڑا فتنہ ہے اور لوگ فتنہ کو دیکھ کر سنبھل گئے اور دھوکے میں نہیں آئے۔

اگر تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو اس بات کی آپ کو بار بار مثالیں ملیں گی جو مثالیں ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں وہ مثالیں بڑی بھونڈی معلوم ہوتی ہیں لیکن اپنے وقت میں وہ مثالیں خطرناک تھیں، اس لئے کہ ایسے طریقوں اور ایسی حکمت سے یہ بات کہی گئی تھی کہ جن سے لوگ دھوکے میں آگئے تھے، چنانچہ اس موقع پر بھی، اس عہد میں بھی غلام احمد قادیانی قادیان کا رہنے والا تھا اور بہت پڑھا لکھا آدمی تھا، اس نے آہستہ آہستہ طریقہ یہ اختیار کیا کہ پہلے تو اسلام کی اشاعت اور دعوت کا کام شروع کیا اور ایسا ظاہر ہوا کہ یہ ایک داعی آدمی ہے، یہ اسلام کو پھیلانا چاہتا ہے اور اسلام کی دعوت دیتا ہے، پھر اس نے جب یہ دیکھا کہ اس کا اثر کچھ پھیل گیا ہے اور کچھ گنتی کے لوگ اس کو ایک اچھا انسان اور اسلام کی دعوت کا آدمی اور پڑھا لکھا انسان سمجھنے لگے اور بعض لوگ اس سے دھوکے میں آکر اس سے متعلق ہونے لگے تب اس نے آہستہ آہستہ اپنا قدم آگے بڑھایا اور پہلے اپنے کو مجدد کہا، پھر نبیوں میں سب سے بڑا نبی کہا اور آخر میں اس حد تک پہنچ گیا جس حد تک کوئی تصور نہیں کرسکتا، لیکن اس طریقہ سے اور اس حکمت سے اس نے یہ کام کیا کہ بہت سے لوگ دھوکے میں آگئے اور

اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہوئی کہ اس گروہ کے ماننے والوں نے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ اس کے لوگ موقع محل دیکھ کر بات کو بدل دیتے ہیں، مثلاً اگر کوئی ایسا موقع ہے جہاں کوئی خطرہ ہے کہ اس کی بات کو رد کر دیا جائے گا تو صاف انکار کر دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم ان کو نبی نہیں مانتے ہیں یا اور کوئی بات کہہ دی، اس طریقہ سے وہ دھوکا دے کر آدمی کو اپنے سے متعلق کر لیتے ہیں اور اس کو اپنے ساتھ رکھ کر اس کے ذہن کو بار بار دھوتے رہتے ہیں اور اس کو اپنا بنا لیتے ہیں، اس طریقہ سے دھوکا دے کر انہوں نے سارا کام کیا ہے، حقیقت میں لوگوں کو اگر شریعت کی ساری باتیں معلوم ہوں اور ضرورت کے مطابق جو تفصیلات ہیں اس سے واقف ہوں تو کبھی ان کے دھوکا میں نہیں آسکتے، لیکن جو لوگ ناواقف ہوتے ہیں یا جو لوگ جاہل ہیں، اسلام کے سلسلہ میں ان کو کوئی بات نہیں معلوم سوائے اس کے کہ اللہ و رسول اور کچھ ضروری باتیں بہت ہی عام باتیں معلوم ہوتی ہیں ان کو ایسے لوگ دھوکا دے سکتے ہیں اور اپنی طرف بلا سکتے ہیں۔

اس فتنے کی حقیقت:

جہاں تک اس فتنہ کا جائزہ لیا گیا ہے تو یہ بات بالکل عیاں ہو چکی ہے کہ اس فتنہ کو حقیقت میں انگریزوں نے کھڑا کیا تھا اور انگریز یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی طاقت ٹوٹ جائے اور مسلمان جن کو ان سے واسطہ پڑ رہا تھا اور آزادی کی جنگ لڑی جا رہی تھی جس میں مسلمان باقاعدہ شریک تھے اور انگریزوں کے خلاف انہوں نے باقاعدہ محاذ بنایا تھا، انگریز یہ چاہتے تھے کہ ان مسلمانوں کی طاقت ٹوٹ جائے، انہوں نے اس کے لئے ظلم بھی بہت کئے لیکن یہ ظلم و زیادتی سے نہیں ٹوٹ سکتی اور بالآخر انہوں نے یہ کہا کہ اگر ٹوٹ سکتی ہے تو ایسے کہ ان میں تفرقہ پیدا کر دیا جائے اور ان کے عقیدہ کو بگاڑ دیا جائے، انہوں نے اس کا جائزہ لیا اور ان کو ایک شخص ایسا مل گیا جو اس کام کو انجام دے سکتا ہے اور اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ اس شخص (مرزا غلام احمد) نے یہ فتویٰ دیا کہ اس زمانہ میں جہاد نہیں ہو سکتا اور انگریزوں کی حکومت اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے، انسانوں پر اور یہ ایک نعمت ہے، باقاعدہ اس بات کا اعلان کیا کہ انگریزوں کی حکومت یہاں کی رعایا کے لئے ایک نعمت ہے اور اس کو باقی رہنا چاہئے اور اس کی وفاداری کرنی چاہئے، اسی طرح اس نے وہ باتیں جو انگریزوں کے خلاف عام ہو رہی تھیں ان کو بھی ناجائز قرار دیا تو ان باتوں سے اسی وقت اندازہ ہو گیا تھا کہ ان کو حقیقت میں انگریزوں نے کھڑا کیا ہے اور وہ یہاں پر جو آزادی کی جدوجہد ہو رہی ہے اس کو توڑنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کے عقیدہ کو خراب کرنا چاہتے ہیں، اگر مسلمانوں کا عقیدہ ٹوٹ جاتا ہے یا خراب ہو جاتا ہے تو پھر ان کی طاقت کو توڑا جا سکتا ہے، یہ کام برابر ہوتا رہا جب تک انگریز رہے، اس کی سرپرستی کرتے رہے اور اس سرپرستی کو آپ اس طرح جان سکتے ہیں کہ جہاں جہاں انگلستان میں اور مغربی ممالک میں انگریزوں کا اور ان لوگوں کا اثر ہے وہاں آپ دیکھیں گے کہ ان کے بڑے بڑے مراکز قائم ہیں، جہاں سے بڑے پیمانہ اور اعلیٰ طریقہ پر کام ہو رہا ہے کہ جو معمولی ذرائع کے ذریعہ نہیں ہو سکتا، آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے جو دینی اور ملی کام ہیں وہ کس دشواری سے ہوتے ہیں، لیکن آپ ان کے مراکز کو دیکھئے ان کے دفاتر کو دیکھئے تو اس اعلیٰ پیمانہ پر کام ہو رہا ہے جو حکومتیں کر سکتی ہیں، یہ صاف دلیل ہے کہ باقاعدہ ان کی سرپرستی اور ان کی مدد بڑی طاقتیں کر رہی ہیں اور وہ طاقتیں کر رہی ہیں جو اس وقت اسلام کو نیچا دکھانا چاہتی ہیں اور اسلام کو ختم کرنا چاہتی ہیں، آپ جانتے ہیں کہ اس وقت دنیا کی ساری بڑی طاقتیں مسلمانوں کی اسلامی طاقت کو، مسلمانوں کی ایمانی طاقت کو توڑنا چاہتی ہیں جگہ جگہ اس کی کوشش ہو رہی ہے کہ مسلمان اپنے عقیدہ سے اپنے دین سے ہٹ جائیں اور اسلام کی جو روحانیت ہے اور اس کی جو روحانی طاقت ہے وہ ٹوٹ جائے اور کمزور ہو جائے، اس کی کوشش ساری بڑی طاقتیں کر رہی ہیں، اس کے لئے بہترین ذریعہ قادیانی تحریک اور قادیانی فرقہ ہے کہ جو اسلام کی جڑوں کو اس طرح کھوکھلا کرنا چاہتا ہے جیسے دیمک کسی لکڑی کی جڑوں کو کھا جائے، اس لئے کہ اسلام کا انحصار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ہے جو شریعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آئے ہیں اور جو احکام آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں، اسی پر اسلام کا دارومدار ہے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مشکوک ہو جاتی ہے یا سوخت ہو جاتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو اسلام ختم ہو گیا، اسلام باقی نہیں رہا اور جب صاف صاف قرآن مجید میں یہ اعلان ہو چکا:

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً" (المائدہ:۳)

صاف صاف کہہ دیا گیا کہ دین مکمل ہو چکا، دین کے مکمل ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کسی اضافہ یا زیادتی کی ضرورت نہیں ہے، قیامت تک یہ دین اسی طرح قائم رہے گا اور جب دین مکمل ہو گیا اور دین میں اب نہ کسی کمی یا اضافہ کی ضرورت ہے تو نبی کے آنے کی ضرورت خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا صاف صاف اعلان کیا کہ: "لا نبی بعدی" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"واتممت علیکم نعمتی

ورضیت لکم الاسلام دیناً" (المائدہ:۳)

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سے جو انبیاء برابر آرہے تھے، ہزاروں کی تعداد میں اور لاکھوں کی تعداد میں جو انبیاء آئے ہر جگہ آئے، ہر بستی میں آئے، ہر قوم میں آئے، اس کا مطلب یہ تھا کہ برابر یہ دین حالات کے لحاظ سے، قوموں کے لحاظ سے اور وقت کے لحاظ سے، اس میں کمی یا اضافہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا جارہا تھا اور انبیاء کرام علیہم السلام کمی یا اضافہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچارہے تھے، وہ کمی و اضافہ آخر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگیا ہے، اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو دائمی نبوت قرار دیا گیا جو قیامت تک رہنے والی ہے اور اس میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں، یہ دین کی سب سے بڑی حفاظت ہے، اس نکتہ کو بڑے بڑے حکماء و عقلاء نے سمجھا ہے کہ اگر نبوت کا یہ سلسلہ باقی رہتا جیسے پہلے تھا اور اگر اس کی گنجائش ہوتی کہ نبی بار بار آتے رہیں تو دین پھر باقی نہیں رہ سکتا تھا اور دین مکمل بھی نہ ہوتا، اس کا صاف مطلب یہ ہوتا کہ دین ناقص ہے، اللہ تعالیٰ نے صاف اعلان فرمادیا ہے کہ یہ دین مکمل ہوگیا اور دین کے مکمل ہونے کے بعد کوئی ایسا معاملہ نہیں ہوسکتا کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ دین میں کسی اضافہ یا کمی کی ضرورت ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی نے صرف نبوت ہی کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اس نے ایسی ایسی باتوں کا دعویٰ کیا کہ اگر آپ غور کریں تو مسخرہ پن معلوم ہوتا ہے۔

کیا وحی کوئی مذاق ہے؟

اس نے دعویٰ کیا کہ اس پر وحی آتی ہے اور وحی صرف عربی زبان میں نہیں، عربی زبان میں ان پر وحی آئی، ہندی زبان میں وحی آئی، انگریزی زبان میں وحی آئی اور ایک وحی تو ان پر شارٹ ہینڈ میں آئی، سوچئے تو کیا وحی کوئی مذاق ہے، اللہ تعالیٰ وحی بھیج رہا ہے کبھی انگریزی میں بھیج رہا ہے، کبھی ہندی میں بھیج رہا ہے اور ایک ہی آدمی کے پاس اور آخری بات یہ کہ شارٹ ہینڈ میں وحی آئی، یہ مسخرہ پن نہیں تو اور کیا ہے؟

آپ اس کی تاریخ پڑھئے:

آپ اس کی تاریخ پڑھئے اور حالات جانئے تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ یہ کوئی متوازن ذہن کے آدمی کے حالات ہیں، کسی مخلص آدمی کے حالات ہیں یا کسی گمراہ آدمی کے حالات ہیں؟

ختم نبوت اسلام کی چہار دیواری ہے:

ان حالات سے دلچسپی نہیں جو غیر متوازن ہوں یا بچوں کی باتوں جیسے حالات ہوں، ہم سے انہیں کیا لینا دینا لیکن ہمیں یہ کہنا ہے کہ ختم نبوت اسلام کا احاطہ، اسلام کی چہار دیواری بن چکی ہے، جب یہ اعلان ہوا:

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً" (المائدہ:۳)

تو اسلام کے گرد چہار دیواری پوری بن گئی، اب اگر کوئی اس بات کی اس کو اجازت دے، کسی کا مکان ہو، کسی کا احاطہ ہو، اس احاطہ کو دوسرا آدمی آکر توڑے اور اس میں گھسنے کی کوشش کرے تو کون اس بات کی اجازت دے گا، اسلام کا احاطہ پورا بن چکا ہے، چہار دیواری بنی ہوئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ چہار دیواری بنا کر گئے ہیں، اب اس چہار دیواری کی حفاظت کرنا بعد کے لوگوں کا فریضہ ہے، یہ ہم سب کا فریضہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اپنے امتیوں پر یہ ذمہ داری سونپ کر گئے ہیں کہ اسلام کی یہ جو چہار دیواری بنی ہوئی ہے اس کو قائم رکھنا ہے، اس چہار دیواری کے اندر کوئی غلط آدمی نہیں گھس سکتا اور اس میں اپنے مکان کو جوڑ نہیں سکتا، یہ ذمہ داری ہم لوگوں کی ہے، سارے علماء کرام کی ہے، سارے امتیوں کی ہے کہ اس بات پر نگاہ رکھیں کہ اسلام کی اس چہار دیواری میں اس احاطہ کے اندر کوئی غلط آدمی داخل نہیں ہوسکتا، کوئی ایسا آدمی داخل نہیں ہوسکتا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ رکھتا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان نہ رکھتا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیامت تک نبی ہونے پر ایمان نہ رکھتا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کو آخری شریعت نہ سمجھتا ہو، جب تک یہ بات نہیں ہوگی ہم اسلام کی حفاظت نہیں کرسکیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) نے یہ ذمہ داری اپنے امتیوں پر ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے یہ طے فرمایا کہ وہ جب اس دنیا سے تشریف لے جائیں گے تو ان کے امتی دین کی حفاظت کریں گے جو دین اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور مکمل کیا ہے، دین کے مکمل ہوجانے کے بعد اب اس میں کسی اضافہ یا کمی یا تغیر کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے، لیکن اس کی حفاظت کون کرے گا؟ اس کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ اس امت کے سارے افراد کریں گے اور علماء کرام کریں گے اور بزرگ کریں گے اور جس میں ایمان ہے وہ کرے گا، یہ ذمہ داری ہے اس لئے ہم سب کو بہت باخبر رہنا چاہئے اور نظر رکھنا چاہئے کہ اسلام کی اس چہار دیواری میں کوئی نقب تو نہیں لگا رہا ہے، کوئی غلط آدمی تو داخل نہیں ہورہا ہے، کوئی اسلام دشمن آدمی تو داخل نہیں ہورہا ہے، کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تو داخل نہیں ہورہا ہے، کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو چیلنج کرنے والا تو داخل نہیں ہورہا ہے اور اگر کوئی داخل ہورہا ہے تو اس کو دھکیل کر نکالنا ہے۔

بغاوت کی سزا قتل ہے:

اور دیکھئے کہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جہاں کا کوئی دستور ہوتا ہے، کوئی قانون ہوتا ہے، کسی ملک کا بھی دستور ہو، اس پورے دستور کو ماننے سے اگر کوئی انکار کرتا ہے تو وہ باغی کہلاتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں بغاوت کی سزا کیا ہے؟ قتل ہے، آپ کہیں دیکھ لیجئے کوئی دستور کے خلاف بغاوت کرکے دیکھے، حکومت کیا معاملہ کرے گی؟ دستور کے خلاف بغاوت کو کوئی برداشت نہیں کرتا، اسلام کے دستور کے خلاف کوئی بغاوت کرے تو کیسے برداشت کیا جاتا ہے، اس لئے ختم نبوت کی چہاردیواری کو توڑ کر کوئی دوست نما دشمن کیسے داخل ہوسکتا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اس دین کے آخری نبی ہیں اور اس دین کے مکمل ہونے کا اعلان کرنے والے ہیں، ان کے اس اعلان کی حرمت کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔

یہ کوششیں جو تحفظ ختم نبوت کی جارہی ہیں یہ ہم سب کا فریضہ ہے، اس میں جتنی بھی ہم شرکت کرسکتے ہوں اور جو بھی تعاون کرسکتے ہوں اور جو حصہ لے سکتے ہوں ہم وہ حصہ لیں، اس لئے کہ اسی سے ہم اس بات کو ثابت کریں گے کہ ہمیں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور ان سے تعلق ہے اور ہم ان کے وفادار ہیں جب تک مسلمان اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار نہیں ہے اور ان کا تابعدار نہیں ہے اور ان کے لائے ہوئے دین کی حفاظت کا ذمہ دار نہیں ہے، اس کا ایمان تو اسی وقت مکمل ہوگا کہ جب ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پوری طرح تابعدار ہوں اور ان کی لائی ہوئی شریعت کی حفاظت کرنے والے ہوں اور اس پر خود بھی قائم رہنے والے ہوں اور دوسروں کو قائم رکھنے کی کوشش کرنے والے ہوں اور اس پر حملہ کرنے والے اور اس کو بگاڑنے کی کوشش کرنے والے اور اس کو نقصان پہنچانے والوں سے ہم مقابلہ کریں، ہمیں اس کا مقابلہ کرنا ہے اور اس دین کی حرمت کو بچانا ہے اور اس دین کی حرمت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔

دین کی حفاظت، ختم نبوت کی حفاظت سے جڑی آئی ہے:

اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو چیلنج کیا گیا یا ختم نبوت کے ساتھ کوئی کھلواڑ کیا گیا تو یہ دین محفوظ نہیں رہے گا۔ یہ دین بدل جائے گا اور پھر اس سلسلہ میں ہم سب مسلمانوں کا مواخذہ ہوگا، ہم سب اس بات کے ذمہ دار ہیں اور ہم سب پر یہ ذمہ داری آتی ہے کہ اس دین کی حفاظت کریں اور اس دین کی حفاظت اس کی شریعت کی حفاظت کے ساتھ ہوگی اور ختم نبوت کی حفاظت کے ساتھ ہوگی اور اس دین کو اس طرح قائم رہنے کے ساتھ ہوگی، جس طرح کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے، یہ ذمہ داری ہم سب کی ہے جو بھی اس کی فکر کرے گا، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا بڑا درجہ ہوگا اور وہ قیامت میں سرخرو ہوگا اور اپنے نبی کے سامنے سرخرو ہوکر آئے گا اور اگر ہم کوتاہی کریں گے تو ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے؟

اس پر نیند حرام ہوجانی چاہئے:

آپ سوچئے تو کہ ہم جس پر فدا ہیں، جن پر ہم جان قربان کرنے کے لئے تیار ہیں اور اپنی عزت اور اپنے خاندان کی عزت قربان کرسکتے ہیں اور قربان کرنے کے لئے تیار ہیں ان کے سامنے ہم کس منہ سے جائیں گے؟ کہ ان کی ختم نبوت کے ساتھ کھلواڑ ہورہا ہو اور ہم بیٹھے عیش کررہے ہوں اور ہم تفریح کررہے ہوں اور ہم پر کوئی اثر نہ پڑے، اس پر آدمی کی نیند حرام ہوجانی چاہئے، آدمی اپنے آرام کو چھوڑ دے اور اس میں لگ جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت سے ہم کھلواڑ کرنے نہیں دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کی ہم پوری حفاظت کریں گے، ہم جو کچھ کرسکتے ہیں وہ ہم کریں گے، لیکن ہم کسی حالت میں اس مکمل اسلام کو ٹوٹنے نہیں دیں گے، ہم ختم نبوت کی حرمت کو نقصان پہنچانے نہیں دیں گے۔

☆☆..............☆☆

بقیہ...... کائنات کے محسن اعظم ﷺ

ان پر کسی ملک کا اجارہ نہیں وہ پوری انسانیت کا سرمایہ فخر ہیں.... آج انسانوں کا کون سا طبقہ ہے جس پر آپ کا براہِ راست یا بالواسطہ احسان نہیں؟“ (کاروانِ مدینہ، ص:۷۶)

اتمام نعمت کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لازوال کارناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”۲۳ برس میں دنیا کا رخ پلٹ گیا، دنیا کا ضمیر جاگ گیا، نیکی کا رجحان پیدا ہوگیا، اچھے بُرے کی تمیز ہونے لگی، خدا کی بندگی کا راستہ کھل گیا... زمانے کی رُت بدل گئی، انسان کیا بدلا جہاں بدل گیا، زمین و آسمان بدل گئے، یہ سارا انقلاب اسی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش اور تعلیم کا نتیجہ ہے، آدم علیہ السلام کی اولاد پر آدم علیہ السلام کے کسی فرزند کا اتنا احسان نہیں جیسا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا کے انسانوں پر ہے۔“ ☆☆

تبلیغی ودعوتی اسفار

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

واں بھچراں میں ختم نبوت کانفرنس: (مولانا محمد نعیم) واں بھچراں مرشد الموحدین حضرت مولانا حسین علی واں بھچرویؒ کی وجہ سے پوری دنیا میں مشہور ہے۔ حضرت مرحوم کا خاندان تو دوسرے مسائل میں الجھا ہوا ہے، حتی کہ حضرت کی قبر مبارک سے ملحقہ مسجد میں باقاعدہ اذان واقامت کے ساتھ پنج وقتہ نماز باجماعت نہیں ہوتی۔

راجپوت فیملی سے تعلق رکھنے والے مفتی قربان علی متحرک اور فعال نوجوان عالم دین ہیں۔ انہوں نے مدرسہ بلالیہ کے نام سے شہر میں مدرسہ قائم کیا ہے، جو کہ ابتدائی مراحل طے کر رہا ہے، اپنے بھائیوں قاری ضیاء اللہ اور قاری محمد عمران کی مدد سے مدرسہ سے ملحقہ مسجد میں انہوں نے ۲۴ر دسمبر بعد نماز عشاء سیرت النبی اور فضائل قرآن کے عنوان سے کانفرنس کا اہتمام کیا جس سے ضلعی مبلغ محمد نعیم اور استاذ المبلغین حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ تلاوت قاری سعد اللہ، نعت محمد آصف نے پیش کی۔ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض امیر مجلس مولانا مفتی قربان علی نے سرانجام دیئے۔ کانفرنس مغرب سے عشاء تک جاری رہی اور عشاء کی نماز تاخیر سے ادا کی گئی۔ رات آرام وقیام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت خوشاب کے دفتر ملحقہ مسجد عمر میں رہا۔

۲۵ر دسمبر صبح کی نماز کے بعد استاذ محترم نے مسجد عمر میں سیرت ومیلاد النبی کے عنوان پر درس دیا۔

ختم نبوت کانفرنس جوہر آباد: ۲۶ر دسمبر مغرب کی نماز کے بعد جامعہ سعدیہ جوہر آباد میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ صدارت جامعہ کے مہتمم اور مجلس کے امیر مولانا مفتی محمد زاہد نے کی۔ تلاوت قاری ظفر احمد نعت محمد الیاس اور محمد سلیمان نے پیش کی۔ کانفرنس سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ سال اور جواں ہمت مبلغ وراہنما مولانا محمد اکرم طوفانی مدظلہ، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اور ضلعی مبلغ محمد نعیم کے بیانات ہوئے۔ مولانا طوفانی نے تفصیلی بیان فرما کر اپنی جوانی کے بیانات کی یاد تازہ کردی۔ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مولانا محمد یونس نے سرانجام دیئے۔

قاری محمد سعید سے ملاقات: جامع مسجد صدیق اکبر (بگزوالی) خوشاب کے خطیب اور ملحقہ مدرسہ کے مہتمم مولانا قاری سعید احمد زید مجدہ جو مجلس کے ضلعی امیر ہیں۔ ان سے استاذ محترم کی قیادت میں ختم نبوت کے خدام نے ملاقات کی اور حضرت قاری صاحب سے دعائیں لیں۔ رات قیام دفتر خوشاب میں رہا۔

نوشہرہ میں کانفرنس: نوشہرہ وادی سون سیکسر کی تحصیل ہے جو پنجاب کے ٹھنڈے علاقوں میں سے ہے۔ مدرسہ جامعہ دوستیہ میں ظہر سے عصر تک مولانا پیر خبیب احمد کی صدارت میں کانفرنس منعقد ہوئی، اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مرکز ختم نبوت جابہ

بقیہ: آپ کے مسائل

اور جھکادے ان کے آگے کندھے عاجزی کر کر نیاز مندی سے اور کہہ اے رب! ان پر رحم کر جیسا کہ پالا انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا۔" (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

ان آیات کی تشریح میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حدیث میں آیا ہے کہ وہ شخص خاک میں مل گیا جس نے اپنے والدین کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی... والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ ہے کہ زندگی میں ان کی جان ومال سے خدمت اور دل سے تعظیم ومحبت کرے... بڑھاپے میں خدمت کی احتیاج زیادہ ہوتی ہے جس سے بعض اوقات اہل وعیال بھی اکتانے لگتے ہیں، زیادہ پیرانہ سالی میں ہوش وحواس بھی ٹھکانے نہیں رہتے، بڑی سعادت مند اولاد کا کام ہے کہ اس وقت بوڑھے والدین کی خدمت گزاری وفرمانبرداری سے جی نہ ہارے، قرآن نے تنبیہ کی کہ جھڑکنا اور ڈانٹنا تو کجا ان کے مقابلہ میں زبان سے "ہُوں" بھی مت کرو، بلکہ بات کرتے وقت پورے ادب وتعظیم کو ملحوظ رکھو۔" (تفسیر عثمانی، سورۂ بنی اسرائیل)

۲:... اگر سائل کے انتقال کے وقت مذکورہ سارے ورثاء زندہ رہیں تو ان میں مذکورہ جائیداد کی شرعی تقسیم اس طرح سے ہوگی کہ کل جائیداد کا آٹھواں حصہ بیگم کو ملے گا بقیہ کُل جائیداد کے تیرہ حصے کئے جائیں گے جن میں سے دو دو حصے ہر ایک زندہ بیٹے کو ایک ایک حصہ ہر ایک زندہ بیٹی کو ملے گا۔ مرحومہ بیٹی کی اولاد کو بحیثیت وارث کچھ بھی نہیں ملے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کے خطیب مولانا محمد اسماعیل شجاع انگوی نے سرانجام دیئے، جبکہ کانفرنس سے استاذ محترم مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی مدظلہ اور محمد نعیم ضلعی مبلغ نے خطاب کیا۔ نعت محمد عبداللہ نے پیش کی۔ مرد وال سے استاذ القراء، مولانا قاری محمد دین مدظلہ نے پیرانہ سالی کے باوجود شرکت فرما کر کانفرنس اور مجلس کی سرپرستی کی۔ مولانا شجاع آبادی نے حلفیہ بیان سے متعلق تحریک میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی خدمات اور تحریک ختم نبوت میں علماء دیوبند کے کردار پر روشنی ڈالی عصر کی نماز استاذ محترم کی معیت میں مرکز ختم نبوت چاہ وادی سون میں ادا کی۔ خطیب مرکز کے بھائی ڈاکٹر محمد اسحاق کی عیادت کی اور سرگودھا کے سفر پر روانہ ہوگئے۔

مولانا شجاع آبادی گجرات کے دورہ پر

گجرات... (مولانا محمد قاسم سیوطی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما، استاذ المبلغین مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی ایک روزہ دورہ پر گجرات تشریف لائے۔ آپ نے ۲۹ دسمبر کا خطبہ جمعہ قاری عمر فاروق مدظلہ کی دعوت پر جامع مسجد و مدرسہ خلفاء راشدین دولت نگر میں پڑھایا۔ خطبہ جمعہ میں مضافات کے علماء کرام مولانا مدثر نواز گورمانی، مولانا احمد علی چھوکر خورد، مولانا شبیر احمد چھوکر خورد، مولانا غلام شبیر بجنن کسانہ، محب العلماء حاجی صوبیدار اللہ رکھا کوٹلہ عرب علی خان سمیت سینکڑوں حضرات نے شرکت کی۔ جمعہ سے فراغت کے بعد حافظ عبدالعزیزؒ کے جنازہ میں چھوکر خورد میں شرکت کی۔ بعد ازاں بھدر میں جناب محمد منشا کی دکان میں دعا کے لئے تشریف لے گئے۔

سرائے عالمگیر میں فضائل قرآن کے عنوان پر جلسہ: جناب اورنگزیب عالمگیرؒ نے سترھویں صدی کے آخر میں سرائے عالمگیر میں شاہی مسجد اور سرائے تعمیر کی۔ اسی وجہ سے اس شہر کو سرائے عالمگیر کہا جاتا ہے۔ اگرچہ شاہی مسجد کی وہ ہیئت تبدیل ہوچکی ہے، وہاں قاری جمیل الرحمٰن بالاکوٹی ایک عرصہ تک خطابت و امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ نیز موصوف نے ۱۹۹۶ء میں جامعہ حنفیہ تعلیم القرآن کے نام پر مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ آج کل مسجد و مدرسہ کی خطابت و اہتمام کوہاٹ سے تعلق رکھنے والے مولانا گل محمد مدظلہ سرانجام دے رہے ہیں۔ موصوف جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کے فاضل اور شیخین حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ، حضرت صوفی عبدالحمید سواتیؒ کے شاگرد رشید ہیں اور شیخین کا ذوق قرآنی اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ مولانا کی تشریف آوری پر سرائے عالمگیر کی کئی ایک مساجد میں درس قرآن کا سلسلہ شروع ہے۔ شاہی مسجد میں درس قرآن کی تکمیل ہوئی۔ حافظ محمد خبیب، حافظ محمد ابوبکر حفیظ کے قرآن کریم کی تکمیل ہوئی تو اس نسبت سے شاہی مسجد میں عظمت قرآن اور ختم نبوت کے عنوان پر تقریب منعقد ہوئی، جس میں سینکڑوں حضرات نے شرکت کی۔ تلاوت قاری محمد عامر نے کی، جبکہ نعتیہ کلام مولانا محمد زبیر دانیال نے پیش کیا۔ تقریب سے عظمت قرآن اور ختم نبوت کے عنوان پر مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے تفصیلی بیان کیا اور ختم نبوت کی موجودہ تحریک کے سلسلہ میں تفصیلات سے آگاہ کیا۔ استاذ محترم کے بیان کے بعد گجرات شہر سے تشریف لانے والے مہمان مولانا پروفیسر اشفاق حسین منیر نے خطاب کیا۔ صدارت امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کے فرزند ارجمند مولانا عبدالحق خان بشیر نے کی۔ اختتامی دعا گجرات سے تشریف لانے والے عالم دین مولانا مفتی جمیل الرحمٰن نے کرائی۔ وفاق المدارس العربیہ کے ضلعی مسؤل مولانا قاری محمد الیاس ساکہ سے تشریف لائے اور کانفرنس کو مہمان خصوصی ہونے کا اعزاز بخشا۔ مولانا گل محمد کی تشریف آوری سے جامعہ حنفیہ تعلیم القرآن کی عظمت کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ دورۂ حدیث شریف سمیت تمام درجات کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔ دوسو سے زائد مسافر طلباء جامعہ میں زیر تعلیم ہیں۔ ہمارا رات کا قیام و آرام جامعہ حنفیہ تعلیم القرآن کے مہمان خانہ میں رہا۔

حافظ عبدالعزیز کی وفات

چھوکر خورد کے قدیمی مدرسہ جو تقریباً ڈیڑھ سو سال قدیم ہے کے استاذ قاری عبدالعزیز ظاہری آنکھوں سے نابینا اور دل کی آنکھوں سے بینا تھے۔ موصوف کا باپ بدقسمتی سے قادیانی ہوگیا۔ حافظ صاحب نے اپنے باپ سے مکمل بائیکاٹ کیا، اس کی موت واقع ہوئی تو جنازہ کا بائیکاٹ کیا۔ موصوف گجر قوم سے تعلق رکھتے تھے اپنے موقف میں فولادی عزم کے مالک تھے۔ ان کے بھائی اگرچہ مسلمان ہیں لیکن وہ اپنے باپ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے تو ان سے بھی مکمل بائیکاٹ کیا ہوا تھا۔ ان کے ایک بھائی کے دو بیٹے عالم دین ہیں۔ حافظ صاحب ان کے متعلق بھی نرم گوشہ نہیں رکھتے تھے۔ ان کا ذوق فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ والا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ اگر مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ کی مثال سامنے نہ ہوتی تو میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا تھا کہ قادیانی دل سے مسلمان نہیں ہوئے۔ میں نے عرض کیا استاذ جی اتنا سخت موقف کیوں ہے؟ فرمایا کہ ہر قادیانی گستاخی میں باون گزا ہے اور گستاخ رسول کو اللہ پاک ہدایت سے سرفراز نہیں فرماتے۔ بندہ نے ۲۹ دسمبر کا جمعہ دولت نگر پڑھایا تو معلوم ہوا کہ حضرت حافظ صاحبؒ کی نماز جنازہ ساڑھے چار بجے ادا کی جائے گی۔ بھاگم بھاگ چھوکر خورد پہنچے اللہ پاک نے اس ولی اللہ حافظ قرآن کے جنازہ میں شرکت کی سعادت سے بہرہ ور فرمایا۔ موصوف کی نماز جنازہ علاقہ کے معروف عالم دین مولانا محمد یوسف نے پڑھائی۔ جنازہ میں سینکڑوں حضرات نے شرکت فرما کر حافظ صاحب کو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ سپرد خاک کیا۔ موصوف ختم نبوت کے شیدائیوں اور خدام ختم نبوت کے فدائیوں میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر و حشر کی منزلیں آسان فرمائیں۔

حضرت مولانا قاری زرین احمد کا وصال

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

جامعہ فرقانیہ کوہاٹی بازار راولپنڈی کے ناظم حضرت مولانا قاری زرین احمد مورخہ ۴؍ جنوری ۲۰۱۸ء صبح چار بجے وصال فرما گئے۔ مرضی مولا از ہمہ اولیٰ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

آپ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کے فضلاء میں سے تھے اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سمیت جامعہ کے اولین مشائخ کے شاگرد رشید ہونے کے اعزاز سے معزز تھے۔ ہمارے بزرگ اور یادگار اسلاف حضرت مولانا عبدالحکیم بٹ گرامی بانی جامعہ فرقانیہ راولپنڈی کے آپ داماد تھے۔ انہوں نے ہی آپ کو کراچی بھجوایا تھا۔ چنانچہ آپ فراغت کے بعد ہی جامعہ فرقانیہ کے ناظم بنا دیئے گئے۔ آپ نے مشکوٰۃ شریف تک کی کتابیں بار بار پڑھائیں۔ بہت ہی پختہ کار، لائق وفائق قاری تھے۔ شعبہ قرأت ہمہ جہت آپ کی ذمہ داری کا رہین منت تھا۔ حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب بنیادی طور پر خانقاہ سراجیہ سے وابستہ سلوک و طریقت تھے۔ مولانا قاری زرین احمد صاحب بھی خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور ایک عاشق صادق اور مرید اطاعت شعار کی مثال بنے رہے۔

بہت کم دوستوں کو معلوم ہوگا کہ حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شوریٰ کے رکن رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے قیام کے بعد مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی باہمی مشاورت سے جن حضرات کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام سے جمعیۃ علماء اسلام کے لئے فارغ کیا گیا مثلاً حضرت مولانا قاضی مظہر حسین (چکوال)، مولانا محمد رمضان (میانوالی)، مولانا محمد عبداللہ (بھکر) ان میں حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب بھی شامل تھے۔

خانقاہ سراجیہ، جمعیۃ علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی ہمیشہ سے سرپرست رہی ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالحکیم صاحب کی طرح مولانا قاری زرین احمد صاحب بھی جمعیۃ اور ختم نبوت دونوں اداروں کے نظریات کے منادا اور ان کی ترویج واشاعت کے داعی رہے۔ راولپنڈی، اسلام آباد، چنیوٹ، چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت اپنے لئے لازم کر رکھی تھی۔ چناب نگر کئی بار فجر کی نماز کی امامت بھی آپ نے کرائی۔

جب بھی وفاق المدارس کے اجلاس میں یا کسی اور داعیہ سے ملتان کا سفر ہوتا تو آپ کا قیام ختم نبوت کے دفتر میں ہوتا۔ جو آپ کی وضع داری کی دلیل تھا۔ وہ تعلقات بنانے اور نبھانے کے فن سے آشنا تھے۔ آپ انتہائی ہنس مکھ انسان تھے۔ اپنے اخلاص ومحبت، صداقت وشرافت اور ظاہر وباطن یکساں رکھنے کے باعث ہر ملنے والے کے دل میں یادوں کے گہرے نقوش اور دیرپا اثرات قائم کر دیتے تھے۔ ۲۹؍ مئی ۱۹۷۴ء چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر قادیانیوں نے مسلمان طلباء پر اوباشانہ حملہ کیا۔ تب حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ بٹ گرام وغیرہ کے سفر پر تھے۔ اس زمانہ میں فون کی سہولت حاصل نہ تھی تو حضرت مولانا قاری زرین احمد صاحب نے راولپنڈی سے سفر کیا اور اپنے استاذ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو جا کر نہ صرف واقعہ کی اطلاع کی بلکہ واپسی پر ایک ساتھ سفر کر کے اسلام آباد تشریف لائے، جہاں مفکر اسلام مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں میٹنگ میں آپ نے شرکت فرمائی۔

حضرت قاری زرین احمد انتہائی دیانت دار، جفاکش اور وفا کیش انسان تھے۔ پوری زندگی جامعہ فرقانیہ کی آبیاری میں گزار دی۔ حتیٰ کہ جنازہ بھی یہاں سے اٹھا۔ اللہ رے مستقل مزاجی! استقلال و پامردی ہو تو ایسے ہو۔ حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون: 32545573

حضرت مولانا شفیق الرحمٰن کا وصال

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

۱۰؍جنوری ۲۰۱۸ء کو سفر کے دوران قریباً ساڑھے گیارہ بجے دن جناب وقار گل جدون صدر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایبٹ آباد نے فون پر اطلاع دی کہ یادگار اسلاف حضرت مولانا شفیق الرحمٰن صاحب کا وصال ہوگیا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

صحیح طور پر تو یاد نہیں، غالباً یہ کہ فقیر کی آنجناب حضرت مرحوم سے پہلی ملاقات ۱۹۷۷ء کے دوران میں ہوئی۔ اس حساب سے چالیس سالہ نیازمندی کا گزرا ہوا دور باد صرصر کی طرح زاویہ خیال کے ایک ایک پتہ کو ہلاتے ہوئے گزر گیا اور مبالغہ سے مبرّا بات یہ ہے کہ ان کی وفات کی خبر سے اندازہ ہوا کہ ان سے فقیر کی محبت کس طرح رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھی۔ صدمہ ہوا اور بہت ہوا۔ لیکن یہ ناگہانی نہ تھا۔ اس سے پندرہ روز قبل ان کی عیادت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ تب بھی ان کی ناسازئ طبع ’’چل چلاؤ‘‘ کی غمازی کر رہی تھی۔

مولانا شفیق الرحمٰن صاحب ۱۹۳۳ء میں قاضی فیض عالم صاحب کے ہاں ایبٹ آباد گلی بیرن میں پیدا ہوئے۔ سرہند مولانا سید رسول، سکندر پور، ہری پور اور نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، مولانا سرفراز خان صفدر، حضرت صوفی عبدالحمید اور دوسرے اساتذہ سے بھی پڑھا۔ ۱۹۵۳ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور کے مشائخ کبار سے دورۂ حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۱ء میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب ؒ اور ۱۹۵۴ء میں امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری ؒ سے دورۂ تفسیر القران پڑھا۔ آپ کا بیعت کا تعلق بھی امام لاہوری ؒ سے تھا۔ تعلیم القرآن راجہ بازار، امداد العلوم ملک پورہ میں پڑھاتے رہے۔ کیہال کالونی مسجد رحمانیہ میں خطابت بھی فرمائی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر ؒ کے دور امارت میں قادیانیوں نے کیہال ایبٹ آباد میں اپنا مرکز قائم کرنا چاہا۔ تب مولانا شفیق الرحمٰن اور دیگر علماء کرام نے مولانا لال حسین اختر ؒ کو ایبٹ آباد بلایا۔ پورے شہر کا اجتماعی جمعہ ہوا اور قادیانی سازشی مرکز صفحہ ہستی سے ایسے غائب ہوا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ تب مفکر اسلام مولانا مفتی محمود ؒ صوبہ خیبر پختونخواہ کے وزیر اعلیٰ تھے۔ حضرت مولانا شفیق الرحمٰن جمعیۃ علماء اسلام میں سرگرم رہے۔ آپ جمعیۃ کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ایبٹ آباد کے امیر بھی رہے۔ مرکزی جامع مسجد کی خطابت بھی سنبھالی اور ڈسٹرکٹ خطیب کے منصب کو بھی عزت بخشی۔ آپ کا عہد شباب شعلہ نوا خطیب حق گو عالم دین اور بے باک مجاہد اور نڈر قائد کا دور تھا۔ آپ کو خطیب ہزارہ، خطیب شہر کا اعزاز بھی پبلک نے دیا۔

کئی مسجد اور مدرسہ انوار العلوم کے ادارے آپ نے قائم کئے جو اس وقت شہر کے مقتدر اداروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دور اقتدار میں قومی اتحاد نے الیکشن میں دھاندلی کے خلاف تحریک چلائی۔ جسے تحریک نظام مصطفےٰ کا نام دیا گیا۔ بھٹو صاحب کے خلاف جب قومی اتحاد کی تشکیل کا مرحلہ درپیش تھا تو قومی اتحاد کی صدارت کے لئے جناب اصغر خان کا نام آیا۔ تب ایجنسیوں نے شوشہ چھوڑا اور اصغر خان پر قادیانی ہونے کا الزام دھرا۔ اس زمانہ میں جناب سردار میر عالم خان لغاری کا پورا خاندان پاکستان پیپلز پارٹی میں نمایاں تھا۔ آپ کو یہ خبر ملی تو تشویش ہوئی۔ اسلام آباد مجلس کے مبلغ حضرت مولانا عبدالرؤف جتوئی اور فقیر راقم کی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے ڈیوٹی لگی۔ ہم دونوں ایبٹ آباد آئے۔ حضرت مولانا شفیق الرحمٰن سے ملاقات کر کے مدعا پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ قطعاً قادیانی نہیں۔ قریب یا دور کے کچھ رشتے ہوں تو کہا نہیں جاسکتا۔ لیکن سنی سنائی باتوں کی بجائے آپ سیدھے جناب اصغر خان کے ہاں تشریف لے گئے اور ان سے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب ؒ کے نام خط لائے۔ جس میں جناب اصغر خان نے قادیانیوں کے کفر کا اعلان کرتے ہوئے ایجنسیوں کے پروپیگنڈہ کو کذب وزور کا شاہکار قرار دیا۔

ادھر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ قومی اتحاد کی سربراہی کا سہرا بھی حضرت مفکر اسلام مولانا مفتی محمود ؒ کے لئے مقدر ہوا۔ یہ حضرت مولانا شفیق الرحمٰن صاحب سے فقیر کی غالباً پہلی ملاقات تھی۔ تب سے وفات تک آپ سے نیازمندی کا تعلق قائم رہا۔ ہر ملاقات آپ کی محبتوں کی برسات ثابت ہوئی۔ چھوٹوں کو بڑا بنانے میں آپ کی ذات گرامی کو قدرت نے اعزاز بخشا تھا۔ آپ عمر کے آخری حصہ تک برابر ختم نبوت کا ایبٹ آباد میں کام کرنے والے تمام رفقاء کے سرپرست و مربی رہے۔ دوستوں نے تمام کام آپ کے سایہ عاطفت میں کیا۔ جماعتی ساتھیوں کے آپ نے اتنے حوصلے بلند کئے اور اس طرح محبتوں سے نوازا کہ رفقاء تحریکی کام کے لئے جو قدم اٹھاتے اس کی ذمہ آپ اپنے سر لیتے۔ حق تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔

معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

آج کل جدیدیت کا دور ہے، عصری اداروں کا پروردہ ہر چیز میں جدت کا متقاضی ہے، اس چیز کو دیکھتے ہوئے کئی ایک ملحدین اور متجددین نے تفسیر بالرائے کو اپنا وطیرہ بنایا اور وہ تفسیریں عصری علوم کے حاملین وطالبین کے نظر میں پسندیدگی کی سند لینے لگی، جس سے سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں آنے لگے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا فضل محمد صاحب (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) نے ان تمام ملحدین اور متجددین کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی نصوص، صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں ان کے ابطال اور ان کی تفسیر بالرائے کے نقصانات کو واضح فرمایا۔ چونکہ یہ مضمون اپنے موضوع کی بناپر طویل ہو گیا تو انہوں نے اس کا نام ''معتمد اور غیر معتمد تفاسیر'' رکھ کر اسے کتابی شکل میں شائع کر دیا۔ افادۂ عام کی غرض سے اس مضمون کو قسط وار ہفت روزہ ''ختم نبوت'' میں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

(۲۵) حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ

چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''پس ظاہر تاویل یہ ہوگی کہ ام جمیل قیامت کے دن اٹھے گی تو اس کی گردن میں ایک مضبوط رسی پڑی ہوگی جو ایندھن ڈھونے والی لونڈیوں کی گردن میں پڑی ہوئی رسی سے زیادہ موٹی ہوگی یہ اس ذلت کی تصویر ہے جس میں بالآخر وہ قیامت کے دن گرفتار ہوگی۔ جس ہار کو ام جمیل پہن کر دنیا میں اتراتی تھی وہ قیامت کے دن موٹی رسی کی شکل میں بدل جائے گا جس کی وجہ سے اس کی مثال اس لونڈی کی ہو جائے گی جو گلے میں رسی ڈال کر لکڑیاں چننے جارہی ہو۔''

(تفسیر نظام القرآن ص: ۴۳۵)

محترم قارئین! فراہی صاحب سے متعلق میں نے بہت کچھ ان کی تفسیر کے حوالوں سے آپ کے سامنے پیش کیا اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ جو کچھ غلطیاں امین احسن اصلاحی صاحب نے اپنی تفسیر میں کی ہیں اور اس کے بعد جاوید احمد غامدی نے کی ہیں اس کی جڑ اور اصل فراہی صاحب ہیں میں نے یہاں طویل محنت اٹھا کر اس لئے تمام حقائق آپ کے سامنے رکھ دیئے تاکہ آئندہ امین احسن اصلاحی صاحب اور جاوید احمد غامدی صاحب کی غلطیوں کے ذکر کرنے کے بوجھ سے میرا کندھا ہلکا ہو جائے بس صرف اشارہ کرنا ہوگا کہ یہ وہی غلطی ہے جو فراہی صاحب نے کی ہے اور ان کی وراثت میں یہ حضرات کر رہے ہیں مثال کے طور پر فراہی صاحب نے زانی محصن کے رجم کی سزا کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ سورت نور میں صرف کوڑوں کا ذکر ہے خواہ زانی شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو پھر اس نے سوچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تو کئی بار مردوں اور عورتوں کو رجم کی سزا ہوئی ہے وہ کیوں ہوئی ہے؟ تو فراہی صاحب نے کہا کہ رجم کی سزا زنا کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ لوگ غنڈے تھے فساد فی الارض کر رہے تھے تو سورت مائدہ کی آیت محاربہ کے حکم کے مطابق ان کو سنگسار کیا گیا تھا وہ زنا کی سزا نہیں تھی یہی بات امین احسن اصلاحی نے لے لی اور اسی بات پر جاوید احمد غامدی چل پڑا اور کہا کہ اس مشکل کو امام فراہی نے حل کیا، معلوم ہوا غلطیوں کی جڑ فراہی صاحب ہیں۔ لوگ ان کو امام معصوم سمجھتے ہیں جن کی معصومیت کا حال سب کے سامنے آگیا۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہدایت دے اور پھر اس ہدایت پر ان کو استقامت عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

آخر میں ایک ضروری بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ فراہی صاحب زمانے کے حوالے سے پرانے آدمی ہیں صاحب قلم اور گہرے عالم بھی ہیں اس لئے ان کے زمانے میں کچھ قائل تقلید علماء نے ان کی وفات پر زبردست خراج تحسین پیش کی ہے ان میں سے ایک سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ بھی ہیں ان کے مقالے سے بادی النظر میں یوں لگتا ہے کہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے تعزیت کے موقع پر ہر چیز سے صرف نظر کی اور متوفی مرحوم کے محاسن ہی کو مدنظر رکھا اور انسانی شرافت کے حوالہ سے ان کو ایسا ہی لکھنا چاہئے تھا لیکن اس سے فراہی صاحب کی زندگی کے علمی پہلو کی تائید وتوثیق سمجھنا شاید ان کے عقیدت مندوں کی خوش فہمی ہوگی۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی کی زندگی میں جو معیاری انقلاب آیا ہے وہ ان کی اس بیعت کے بعد آیا ہے جو انہوں نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے کی تھی شاید فراہی صاحب کے بارے میں ان کا یہ تعزیتی مضمون پہلے زمانے کا ہوگا۔

کسی زمانے میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے حمید الدین فراہی صاحب پر ایک سنگین فتویٰ جاری فرمایا تھا پھر حضرت سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی وضاحت پر انہوں نے اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیا۔ (بحوالہ ماہنامہ الشریعہ ۲۳ر فروری ۲۰۱۶ء

آراء وافکار مولانا سید متین احمد شاہ صاحب نائب مدیر مجلہ فکرونظر ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد)

بہرحال حمید الدین فراہی صاحب خود جیسے بھی تھے لیکن انہوں نے جو لکھا وہ ہمارے سامنے ہے کہ انہوں نے اپنے نظریات کی بنیادی اینٹ ٹیڑھی رکھی تو ابتداء سے انتہاء تک دیوار ٹیڑھی چڑھتی چلی گئی شاعر نے کہا:

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

امین احسن اصلاحی صاحب کی تفسیر تدبر قرآن

عام مفسرین سے الگ راستہ اختیار کرنے والوں میں امین احسن اصلاحی صاحب بھی ہیں ان کی تفسیر کا نام تدبر قرآن ہے جو ضخیم نو جلدوں پر مشتمل ہے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے یتیمۃ البیان میں ان کی تفسیر پر کچھ تبصرہ کیا ہے جو اس سے پہلے میں نے نقل کیا ہے اس وقت اس تفسیر کی صرف دو جلدیں چھپ گئی تھیں یہاں میں امین احسن اصلاحی کا وہی نظریہ پیش کرنا چاہتا ہوں جس کے تحت انہوں نے عام مفسرین کے تفسیری منہج کو چھوڑ کر الگ منہج اختیار کیا ہے چنانچہ وہ تدبر قرآن کے ابتدائی مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

امین احسن اصلاحی کے نزدیک تفسیر کے وسائل

”میں نے اس (تفسیر) میں فہم قرآن کے ان وسائل وذرائع کو اصل اہمیت دی ہے جو خود قرآن کے اندر موجود ہے مثلاً قرآن کی زبان، قرآن کا نظم اور قرآن کے نظائر وشواہد، دوسرے وسائل جو قرآن سے باہر کے ہیں مثلاً حدیث، تاریخ، سابق آسمانی صحیفے، اور تفسیر کی کتابیں، اگرچہ امکان کی حد تک میں نے اس سے بھی فائدہ اٹھایا ہے لیکن ان کو داخلی وسائل کے تابع رکھ کر ان سے استفادہ کیا۔“

(مقدمہ تدبر قرآن ص ۱)

تبصرہ:

امین اصلاحی صاحب کے نزدیک تفسیر قرآن کے لئے اہم چیز خود قرآن ہے یہی جملہ سرسید احمد خان نے استعمال کیا ہے علامہ عنایت اللہ مشرقی اور چوہدری غلام محمد پرویز نے استعمال کیا ہے حمید الدین فراہی صاحب اور مولانا مودودی صاحب بھی اپنے اصول تفسیر میں اسی طرح جملے لکھتے رہتے ہیں امین احسن اصلاحی صاحب اور ان کے استاذ نظم قرآن پر بہت زور دیتے ہیں حالانکہ یہ ایسی چیز ہے جس پر اتنا زیادہ زور دینا بے جا ہے مفسرین میں سے بعض نے اس کا ذکر کیا ہے لیکن یہ قرآن کی نصوص سے براہ راست ماخوذ علم نہیں ہے بلکہ خفی مخفی اشارات پر مبنی استنباطی علم ہے اور فہم قرآن میں اس کو بنیادی اہمیت حاصل نہیں ہے امین احسن اصلاحی کھل کر مذکورہ عبارت میں احادیث مقدسہ کو فہم قرآن میں قرآن سے باہر ایک خارجی غیر ضروری وسیلہ قرار دیتے ہیں حالانکہ پوری امت کے علماء احادیث کو تفسیر کے لئے شرط اول قرار دیتے ہیں امین احسن اصلاحی صاحب سابقہ آسمانی صحیفوں کو قرآن کی تفسیر اور فہم کے لئے بہت اہم وسیلہ سمجھتے ہیں افسوس ہے وہ محرف صحائف اور منسوخ کتابوں کو کیسے قابل اعتماد سمجھتے ہیں قرآن کی موجودگی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تورات کی عبارات پڑھنے پر حضرت عمر فاروق پر کتنی بڑی ناراضگی کا اظہار فرمایا، جس کا قصہ صحیح احادیث میں مذکور ہے۔

امین احسن اصلاحی اور یہود ونصاریٰ کی کتابیں

اصلاحی صاحب نے سابقہ کتب اور آسمانی صحیفوں کی بہت تعریف کی ہے اور اس کو قرآن عظیم کی واحد عمدہ تفسیر قرار دیا ہے اور دوسری چیزوں کی نفی کی ہے تعجب اس پر ہے کہ اصلاحی صاحب نے محرف چیزوں کو قابل اعتماد سمجھا ہے اور جہاں تحریف نہ بھی ہو ان کا منسوخ ہونا تو یقینی ہے لیکن اصلاحی صاحب لکھتے ہیں:

”فی الواقع قرآن کا اصل زور اسی وقت واضح ہوجاتا ہے جب کسی معاملے میں اس کے بیان کو تورات وانجیل کے مقابل میں رکھ کے جانچا جائے۔

ان مقابل بحثوں کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس طرح قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے اسی طرح تورات، زبور اور انجیل بھی اللہ ہی کے اتارے ہوئے صحیفے ہیں۔ اگر ان کے بدقسمت حاملوں نے ان صحیفوں میں تحریفیں نہ کردی ہوتیں تو یہ بھی اسی طرح ہمارے لئے رحمت وبرکت تھے جس طرح قرآن ہے۔ لیکن ان تحریفات کے باوجود آج بھی ان کے اندر حکمت کے خزانے ہیں۔ اگر آدمی ان کو پڑھے تو یہ حقیقت آفتاب کی طرح سامنے آتی ہے کہ ان صحیفوں کا سرچشمہ بھی بلاشبہ وہی ہے جو قرآن کا ہے۔ میں ان کو بار بار پڑھنے کے بعد اس رائے کا اظہار کرتا ہوں کہ قرآن کی حکمت کے سمجھنے میں جو مدد ان صحیفوں سے ملتی ہے وہ مدد مشکل ہی سے کسی دوسری چیز سے ملتی ہے۔ خاص طور پر زبور، امثال اور انجیلوں کو پڑھیے تو ان کے اندر ایمان کو وہ غذا ملتی ہے جو قرآن وحدیث کے سوا اور کہیں بھی نہیں ملتی، حیرت ہوتی ہے کہ جن قوموں کے پاس یہ صحیفے موجود تھے وہ قرآن اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے کیوں محروم رہیں۔“

(مقدمہ تدبر قرآن، ص: ۲۸)

(جاری ہے)

وغیرہ، تو یہی قادیانی مغالطہ یہاں بھی دیا جاتا ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے رفع کا معنی جسم سمیت آسمان پر اٹھانا کرتے ہو تو یہی لفظ حضرت ادریس علیہ السلام کے لئے بھی قرآن میں آیا ہے تو وہاں اس کا معنی جسم سمیت آسمان پر اٹھایا جانا کیوں نہیں کیا جاتا، اگرچہ جیسا بیان ہوا یہ ضروری نہیں کہ ایک لفظ کا مفہوم یا ترجمہ تمام جگہ پر ایک ہی ہو، لیکن ہم یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے جسم سمیت آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر بھی کتب تفسیر میں موجود ہے، آیئے دیکھتے ہیں:۔

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ
جنہیں مرزا غلام احمد نے رئیس المفسرین اور نہایت ثقہ اور ائمہ حدیث میں سے لکھا ہے۔ (ر خ جلد 5 صفحہ 168 اور ر خ جلد 23 صفحہ 261 حاشیہ) یہ رئیس المفسرین اپنی تفسیر طبری میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”ورفعناہ مکاناً علیا، قال بعضھم رفع الی السماء السادسة وقال آخرون الرابعة“ بعض نے کہا ہے کہ انہیں چھٹے آسمان پر لے جایا گیا، لیکن دوسروں نے کہا ہے کہ انہیں چوتھے آسمان پر لے جایا گیا۔ اس کے بعد امام طبریؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مختلف روایات ذکر کی ہیں جن میں صاف طور پر مذکور ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو زندہ آسمان پر لے جایا گیا۔ (تفسیر طبری، جلد 15، صفحات 562 وما بعد طبع دار ہجر)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، جو مرزائیوں کے نزدیک اپنے زمانے کے مجدد تھے (حوالہ کے لئے دیکھیں مرزائی کتاب: عسل مصفی، صفحات 162 تا 165) انہوں نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت مجاہد، حضرت ضحاک رحمہم اللہ سے روایات بیان کی ہیں جن میں ہے کہ اللہ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد 5، صفحہ 241 طبع دار طیبہ سعودیہ)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ، یہ بھی قادیانیوں کے مسلمہ چھٹی صدی ہجری کے مجدد تھے (بحوالہ عسل مصفی)، انہوں نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ اس میں حضرت ادریس علیہ السلام کے جس رفع کا ذکر ہے اس میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ اس سے رفع منزلت و مرتبہ مراد ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آیت ورفعنا لک ذکرک میں بیان ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ: ”ان المراد به الرفعة فی المکان الی موضع عال وھذا اولی، لأن الرفعة المقرونه بالمکان تکون رفعة فی المکان لا فی الدرجة“ دوسرا قول یہ ہے کہ اس رفع سے مراد ایک بلند جگہ پر اٹھایا جانا ہی ہے اور یہ قول زیادہ بہتر ہے، کیونکہ جب رفع کا لفظ مکان کے ساتھ آئے تو اس سے مراد کسی جگہ کی بلندی ہی ہوتا ہے نہ کہ درجہ میں بلندی۔ (تفسیر کبیر)، آگے امام رازی نے حضرت ابن عباس اور حضرت کعب رضی اللہ عنہم کی وہی روایت ذکر کی ہے جس میں حضرت ادریس علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہے۔
(تفسیر کبیر، جلد 21، صفحہ 234، دار الفکر بیروت)

نوٹ: امام رازی نے صاف طور پر لکھ دیا کہ جہاں رفع کے ساتھ مکان کا لفظ ہو وہاں رفع درجات مراد ہو ہی نہیں سکتا۔

امام شمس الدین محمد بن احمد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر (قرطبی) میں اس آیت کے تحت حضرت ابن عباس و حضرت کعب رضی اللہ عنہم کی وہی روایت ذکر کی ہے جس میں حضرت ادریس علیہ السلام کے جسم سمیت آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہے۔

یہی بات تفسیر روح المعانی، تفسیر در منثور، الخصائص الکبری للبیھقی، تفسیر معالم التنزیل، فتح الباری، عمدۃ القاری، مرقات شرح مشکوٰۃ وغیرہ میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ ان کو زندہ جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھایا گیا (طلب کرنے پر حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں)۔

ایک مرزائی احمقانہ سوال

مرزائی مربی یہاں لا جواب ہو کر یہ سوال کرتے ہیں کہ پھر یہ بھی مانو کہ حضرت ادریس علیہ السلام بھی آسمان پر زندہ ہیں اور انہوں نے نازل ہونا ہے، تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ ہمارے ذمے صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو جسم سمیت زندہ آسمان پر اٹھایا گیا اور یہ ثابت کر دیا ہے، ان کے دوبارہ نازل ہونے کا ذکر کہیں نہیں کیا گیا، ہوسکتا ہے اللہ نے بعد میں انہیں زمین پر واپس بھیج دیا ہو، جبکہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے قرب قیامت میں دوبارہ نازل ہونے کی احادیث متواترہ میں صراحت ہے۔

الغرض! یہ بات کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے رفع سے مراد کسی نے بھی جسمانی رفع نہیں لیا غلط ہے بلکہ ان کے جسمانی رفع کا ذکر تفاسیر میں وضاحت کے ساتھ ہے نیز مرزا قادیانی نے بھی اس کا اقرار ان الفاظ میں کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:۔

”بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن دو نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور

رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام

(۱۲)

حافظ عبید اللہ

یہاں ایک اور نہایت اہم بات کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے یہود ونصاریٰ کے تقریباً تمام کفریہ اور مشرکانہ عقائد کا صریح الفاظ کے ساتھ رد کیا ہے، یہود کا یہ کہنا تھا کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کی ابنیت کے قائل تھے، قرآن نے دونوں کی صاف لفظوں میں تردید فرمائی، عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کا رد بھی قرآن نے صریح الفاظ میں کیا، عقیدہ کفارہ کی نفی ﴿ماصلبوہ﴾ سے کردی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہوئے ہی نہیں تو ان کے کفارہ بننے کا عقیدہ چہ معنی دارد؟، یہود کا دعویٰ تھا کہ ہم نے مسیح علیہ السلام کو قتل کردیا تو اس کی تردید بھی ﴿ما قتلوہ﴾ کے ساتھ کردی گئی، لیکن ایک عیسائی عقیدہ ایسا تھا جس کی تردید قرآن کریم نے نہ صراحتاً کی اور نہ اشارتاً، وہ یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسم سمیت آسمان پر اٹھالیا گیا جسے ہم رفع سے تعبیر کرتے ہیں، پورا قرآن کریم پڑھ جایئے، احادیث کا پورا ذخیرہ چھان ماریے آپ کو کہیں نہیں ملے گا کہ عیسائیوں کے عقیدہ رفع مسیح الی السماء کا رد کہیں کیا گیا ہو بلکہ ﴿بل رفعہ اللہ الیہ﴾ کے الفاظ کے ساتھ اس کا اثبات کیا گیا ہے، اگر عیسائیوں کا یہ عقیدہ بھی غلط اور بقول مرزا قادیانی عظیم شرک ہوتا تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل یا مصلوب ہونے کے یہودی وعیسائی عقیدہ کی نفی کی طرح رفع الی السماء کی نفی بھی نہ کی جاتی بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن نے نفی کے بجائے ایسے الفاظ بولے جن سے رفع کا اثبات ہوتا ہے، علاوہ ازیں اگر اس رفع سے روح یا درجات کا رفع مراد ہوتا تو بھی قرآنی اسلوب کا تقاضا تھا کہ صاف طور پر روح یا درجات کا ذکر بھی ہوتا تاکہ رفع کے لفظ سے کسی قسم کا شک نہ پیدا ہوتا اور عیسائی عقیدہ کی تردید ہوجاتی۔

اب رہ گئی آخری مرزائی تاویل وہ یہ کہ یہاں رفع سے مراد درجات کی بلندی ہے معنی یہ ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درجات بلند کردیے تو یہ تاویل بھی یہاں نہیں چل سکتی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو پہلے ہی سے اونچے درجے پر فائز تھے کیا نبوت کے بعد بھی کوئی درجہ ہوتا ہے؟ نبوت کے بعد تو پھر خدائی رہ جاتی ہے اس لئے یہاں درجات کی بلندی مراد لینا منصب نبوت کی توہین ہے، نیز کیا رفع درجات صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہوا دیگر انبیاء کا نہیں ہوا؟، سورۃ النساء کی انہی آیات سے پہلے یہ بھی ذکر ہے کہ یہود نے کچھ انبیاء کو ناحق قتل بھی کیا تھا [وقتلھم الانبیاء بغیر حق] لیکن وہاں رفع کا ذکر نہیں، تو کیا ان انبیاء کے درجات بلند نہ کیے گئے تھے؟ تو پھر خصوصیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے رفع کا ذکر کیوں کیا گیا؟

ایک مرزائی مغالطہ

یہاں مرزائی ایک اور سوال بھی کرتے ہیں کہ قرآن کریم ایک اور نبی حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں بھی کہتا ہے ﴿ورفعناہ مکاناً علیاً﴾ اور ہم نے ان کا رفع ایک بلند جگہ پر کیا۔ (مریم: 57،56) تو وہاں تم جسم کا رفع کیوں مراد نہیں لیتے؟، اس مغالطے کا جواب یہ ہے کہ اہل علم حضرات خوب جانتے ہیں کہ عربی زبان میں ایک لفظ کے کئی معانی آتے ہیں، کوئی معنی حقیقی ہوتا ہے تو کوئی مجازی، کوئی اصطلاحی ہوتا ہے تو کوئی لغوی، قرآن کریم میں بھی کئی ایسے الفاظ موجود ہیں جن کا معنی ایک جگہ ایک ہے تو دوسری جگہ دوسرا، ایک جگہ حقیقی ہے تو دوسری جگہ مجازی، کہیں اصطلاحی ہے تو کہیں لغوی، اب قرآن کریم میں کس جگہ کسی خاص لفظ کا معنی حقیقی ہے اور کہاں مجازی یا کہاں اصطلاحی ہے اور کہاں لغوی، یا کہاں ایک معنی ہے اور کہاں دوسرا، یہ ہمیں لغت کی کتابوں میں نہیں ملے گا بلکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، اقوال صحابہ وتابعین اور ائمہ تفسیر سے نسل درنسل نقل ہوتی ہوئی تفاسیر میں ملے گا، یہ سب بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اکثر جماعت مرزائیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ اگر فلاں آیت میں کسی لفظ کا مسلمان ایک ترجمہ کرتے ہیں تو اسی لفظ کا دوسری جگہ وہی ترجمہ کیوں نہیں کرتے؟، اگر رفع کا مفہوم ایک جگہ جسم سمیت بلند کرنا یا اٹھانا لیتے ہیں تو قرآن میں دوسری جگہ اس کا معنی درجات کی بلندی کیوں لیتے ہیں؟، اگر توفی کا ترجمہ ایک جگہ حقیقی یعنی کسی چیز کا پورا پورا لینا کرتے ہیں تو دوسرے مقامات پر اس کا مجازی معنی یعنی موت کیوں کرتے ہیں؟

اوریس بھی ہے، دوسرے مسیح بن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کررہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔" (توضیح مرام، رخ3، صفحہ 352، یہ حوالہ مرزا کی علمی قابلیت کے ضمن میں بھی گذر چکا ہے)

ہم اس سے قطع نظر کہ قرآن کریم اور مسلمانوں کی احادیث کی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کا اسی وجود عنصری کے ساتھ معراج کی رات آسمان پر جانا بھی ثابت ہے جو مرزا نے ذکر نہیں کیا، یہاں صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا بھی مانتا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کا جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا بائبل اور ہماری کتابوں میں مذکور ہے۔

مرزا نے اپنی اس تحریر میں "یوحنا، ایلیا اور ادریس ایک ہی نبی کے نام بتائے ہیں جو کہ اس کی جہالت کا اعلیٰ قسم کا نمونہ ہے۔

رفع کا معنی مرزا بشیر الدین محمود سے!

دوسرا مرزائی خلیفہ مرزا محمود اپنی (نام نہاد) تفسیر کبیر میں لکھتا ہے:

"رفع کا لفظ جب اجسام کے لئے استعمال ہو تو کبھی اس کے معنی ان کو ان کی اصل جگہ سے بلند کرنے کے ہوتے ہیں اور کبھی درجہ اور فضیلت دینے کے۔" (تفسیر کبیر مرزا بشیر الدین محمود قادیانی، جلد3، صفحہ 361)

مرزا قادیانی کی علمی قابلیت کا ایک نمونہ

مرزا قادیانی نے ﴿بل رفعہ اللہ الیہ﴾ میں رفع کا ایک من گھڑت معنیٰ بھی لکھا ہے جو نہ کسی لغت میں ہے اور نہ کسی عرب کے دماغ میں اس کا خواب و خیال گزرا۔ لکھتا ہے:

"جاننا چاہئے کہ اس جگہ رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو۔" (ازالہ اوہام حصہ دوم، رخ جلد3، صفحہ 423)

کیا مرزا قادیانی کا کوئی پیروکار لفظ "رفع" کا معنیٰ "عزت کی موت" ثابت کرسکتا ہے؟

احادیث نبویہ میں آسمان سے نازل ہونے کے الفاظ

اب آیئے مرزا غلام احمد قادیانی کے مشہور زمانہ اس چیلنج کا جائزہ لیتے ہیں جس میں اس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ:

"کسی صحیح مرفوع متصل سے ثابت نہیں کہ عیسیٰ آسمان سے نازل ہوگا۔"

(حقیقۃ الوحی، رخ22، صفحہ 47)

ایک اور جگہ یوں جھوٹ بولا:۔

"ولن تجد لفظ السماء فی ملفوظات خیر الانام ولا فی کلم الاولین" تم آسمان کا لفظ نہ تو آنحضرت ﷺ کی احادیث میں پاؤ گے اور نہ ہی پہلے لوگوں کے کلام میں۔ (مکتوب احمد، رخ11، صفحہ 148)

جہاں تک مرزا کے اس جھوٹ کا تعلق ہے کہ آسمان سے نازل ہونے کا ذکر پہلے لوگوں کے کلام میں نہیں ملتا، تو اس کا جواب تو خود مرزا نے ہی ایک اور جگہ دے دیا ہے اور اپنا جھوٹا ہونا خود ثابت کر دیا ہے، لکھتا ہے:

"مگر مجھ سے پہلے جو علماء اپنی اجتہادی غلطی سے ایسا خیال کرتے رہے کہ ابن مریم آسمان سے آئے گا وہ خدا کے نزدیک معذور ہیں ان کو برا نہیں کہنا چاہئے ان کی نیتوں میں فساد نہیں تھا بوجہ بشریت بھول گئے کیونکہ ان کو علم نہیں دیا گیا تھا۔"

(دافع البلاء، رخ18، صفحہ 236)

ہم یہاں اس پر بحث نہیں کریں گے کہ غلطی کس نے کی، پوری امت مسلمہ نے یا تیرہ سو سال بعد پیدا ہونے والے مرزا قادیانی نے؟، یہ حوالہ پیش کرنے کا ہمارا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ مرزا قادیانی بقلم خود یہ تسلیم کرتا ہے کہ اس سے پہلے علماء کا یہ خیال تھا کہ ابن مریم آسمان سے نازل ہوں گے، تو پھر اس نے یہ جھوٹ نہ جانے کیوں لکھا کہ پہلے لوگوں کے کلام میں آسمان سے نازل ہونے کا ذکر نہیں پاؤ گے؟

(جاری ہے)

زندہ رہنا ہے تو میرِ کارواں بن کر رہو

ہم صاف اعلان کرتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی اعلان کریں کہ ہم ایسے جانوروں کی زندگی گزارنے پر ہرگز راضی نہیں، جن کو صرف راتب (Ration) اور تحفظ (Security) چاہئے۔ ہم ہزار بار ایسی زندگی گزارنے اور ایسی حیثیت قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں ہم اس سرزمین پر اپنی اذانوں اور نمازوں کے ساتھ رہیں گے بلکہ ہم تراویح اور اشراق وتہجد ادا کرنے کی آزادی کو بھی چھوڑنے کے لئے راضی نہیں، ہم ایک ایک سنت کو سینہ سے لگا کر رہیں گے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو سامنے رکھ کر کسی ایک نقش بلکہ کسی نقطہ سے بھی دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	صفحات	رعائتی قیمت
1	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	پروفیسر محمد الیاس برنیؒ	1129	350
2	رئیس قادیان	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	672	200
3	ائمہ تلبیس	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	752	200
4	تحفہ قادیانیت (چھ جلدیں)	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	3240	1000
5	فتاوی ختم نبوت (تین جلدیں)	مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ	1644	1000
6	محاسبہ قادیانیت، جلد نمبر 1	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	480	200
7	محاسبہ قادیانیت، جلد نمبر 2	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	528	200
8	محاسبہ قادیانیت، جلد نمبر 3	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	572	200
9	محاسبہ قادیانیت، جلد نمبر 4	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	544	200
10	محاسبہ قادیانیت، جلد نمبر 5	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	528	200
11	محاسبہ قادیانیت، جلد نمبر 6	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	552	200
12	محاسبہ قادیانیت، جلد نمبر 7	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	440	200
13	محاسبہ قادیانیت، جلد نمبر 8	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل		200
14	قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ (5 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	2952	800
15	قادیانی شبہات کے جوابات (کامل)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	688	300
16	چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ (تین جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1672	500
17	آئینہ قادیانیت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	216	100
18	ایک ہفتہ شیخ الہندؒ کے دیس میں	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	192	100
19	تذکرہ حکیم العصرؒ (مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	376	100
20	لولاک کا خواجہ خواجگانؒ نمبر	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان	1008	300
21	قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے	جناب محمد متین خالد صاحب	296	100
22	مشاہیر کے خطبات ختم نبوت	جناب صلاح الدین بی، اے ٹیکسلا	312	100
23	قادیانی تفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ	ڈاکٹر محمد عمران	352	200

نوٹ:...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی ادارہ ہے۔ تبلیغ کے نقطۂ نظر سے تقریباً لاگت پر کتب مہیا کی جاتی ہیں۔

ملنے کا پتہ: مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان فون: 061-4583486